The Hadeeth in Islam

By

Rev.W.Goldsack

احادیث اہلِ اسلام

مِن تصنیف

علامہ ڈبلیو۔گولڈ سیک صاحب

کرسچن لٹریچر سوسائٹی کی اجازت سے

پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی۔انارکلی۔لاہور

نے شائع کی

۱۹۲۴ء
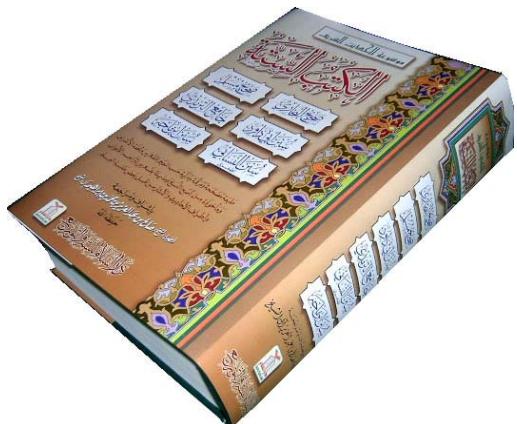
احادیثِ اہل اسلام

By Kind Permission of the C.L.S

Approved by the C.L.M.C

Urdu

June.19.2006

www.muhammadanism.org

فہرستِ مضامین ۔ احادیثِ اہلِ اسلام

مقدمه

اسلام میں احادیث کی اہمیت پر جتنا زوردیا جائے اتنا تھوڑا ہے۔ محمدی علماء نے اُن کووحی متلو کا درجہ دیا ہے۔اوراسلام کے دینیات میں اُن کا درجہ قرآن سے دوسرے درجے پر ہے۔ بلکه اُن کی نسبت یه کہا جاتاہے که وه " الہامی اقوال کی غیرالہامی تحریر ہے" اورمحمدی علماء نے شرع اسلام اورقرآن کی تشریح وتفسیریں پشت درپشت اُنہیں سے مدد لی۔

عوام الناس کے دین میں تو قرآن کو اتنا دخل نہیں جتنا اِن حدیثوں کو ہے۔ شائد اگرایك قرآن دان مسلمان ہوگا توہزاراحادیث کی کہانیوں سے واقف ہوں گے۔ فی الواقع جن ممالك کی زبان عربی نہیں وہاں چند متثنیات کے سوا باقیوں کو قرآن کا علم ہی نہیں ۔لیکن برعکس اس کے احادیث کی کتابیں مثلاً قصص الانبیاء وغیرہ عوام الناس اپنی اپنی زبان میں ہرجگه پڑھتے ہیں۔

توبھی بعض مسلمانوں نے احادیث کے اعتباروسند پر شك کئے۔ مثلاً۲۷۶ ہجری میں ایك مسلمان عالم الامام ابن

قوالحیبہ الدینوی نے وفات پائی جس نے ایک مشہور کتاب تصنیف کی تھی جس کا اس کتاب میں اکثر حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام کتابِ تاویل مختلف الحدیث تھا۔اس کتاب کے مقدمے میں یہ لکھا تھا کہ" اہل حدیث کے دشمنوں کی تردید میں اُس نے یہ کتاب لکھی۔اوراُن احادیث کی صحت ثابت کی جن پر وہ نقص اوراختلاف کا الزام لگاتے تھے۔ اوراُن شکوک کا جواب دیا گیا جو بعض مبہم یاظاہرا مشتبہ احادیث کی نسبت رکھتے تھے"۔

اگراسلامی تاریخ کے ابتدائی زمانے ہی احادیث کی ایسی مخالفت ہوئی کہ جس کی تردید کے لئے پانسو صفحے کی کتاب لکھنے کی ضرورت پڑی توکچھ تعجب نہیں کہ زمانہ حال کے عالم سید امیرعلی جیسے کو احادیث کی اِن کہانیوں کو" سنہری خواب" اور" خوبصورت زری برق کے فسانے" کہنا پڑا۔

زمانہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو یہ مناسب نہیں کہ ایسے مبالغہ آمیز ودعاوی کو جوان احادیث کی نسبت کئے گئے ہیں بلاتحقیق مان لیں۔ عقلی دیانت کا یہ تقاضہ ہے کہ احادیث کے اس انبار کثیر کی چھان بین خودکریں جوانہیں اسلام کی تیسری اورچوتھی صدی سے ملا۔ اگران اوراق کے ذریعے کسی طالب حق کوان حدیثوں کی اصلی قدروقیمت کے دریافت کرنے اوران کی تاریخی صحت کے معلوم کرنے میں مدد ملے تومیری محنت رائگاں نہیں گئی۔

یہ کتاب تعلیم یافتہ اہل فکر مسلمان احباب کے فائدے کےلئے لکھی گئی ۔ مصنف کو ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ملنے جلنے کا موقعہ بائیس سال تک ملا اورمجھے معلوم ہوگیا کہ اس کتاب میں جوبیانات مندرج ہیں اُن کا ٹھیک حوالہ باب اورآیت کا کیسا مفید ہے ۔کیونکہ یہ کتاب کم وبیش مباحثے سے علاقہ رکھتی ہے۔اگرمیں انگریزوں یامغربی قوموں کے لئے یہ کتاب لکھتا تو اس قدر طویل اقتباسات اس کتاب میں درج نہ کرتا ۔ اوراسی وجہ سے میں نے یہ حوالے حاشئے میں درج کرنے کی بجائے کتاب کے متن میں رکھے ہیں۔

عموماً طلباء کی اورخصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں کی سہولت کیلئے میں نے ضمیمہ میں اُن ساری کتابوں کی

فہرست درج کردی ہے[1]۔جن سے اس کتاب کی تصنیف میں ، میں نے مدد لی میں نے اس ساری کتاب میں مشہورکتاب مشکوات المصابیح کوبہت استعمال کیا ہے کیونکہ احادیث کے لئے ہندوستان میں یہ کتاب مشہور ہے۔اورجوحوالے اُس کتاب سے اس رسالے میں دئیے گئے ہیں وہ متہیو صاحب کے انگریزی ترجمے سے لئے گئے ہیں۔

ڈبلیو۔ جی

جیسوربنگال

۱۹۱۸ء

[1] اردوترجمے میں وہ فہرست چھوڑدگئی (متجرم)

احادیث اہلِ اسلام

پہلاباب

احادیث کاآغاز

محمد علماء کے مطابق چاربنیاد ہیں جن پر اسلامی مسائل کی بنیاد رکھی گئی ۔یہ بنیادیں قرآن،حدیث،اجماع اُمت،اورقیاس ہیں۔ پہلی دوبنیادوں کو اصول یا جڑ کہتے ہیں اورچونکہ باقی دوبنیادوں کا حصرماقبل بنیادوں پر ہے اس لئے اُن کو فروع کہتے ہیں۔ اس لئے سارے عملی مقاصد کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی بنا اُس مکاشفہ پر ہے جوخدا نے حضرت محمد کو قرآن اوراحادیث میں عطا کیا۔ البتہ علمائے اہلِ اسلام قرآن اورحدیث کے مکاشفہ میں امتیازکرتے ہیں۔ قرآن میں جو مکاشفہ ہے اُسے وحی متلو کہتے ہیں۔ اوراحادیث میں جومکاشفہ پایا جاتاہے اُسے غیر متلو ۔ پہلی صورت میں قرآن کو وحی جبرئیل نے عموماًپڑھ کر سنایا۔ اوراُس سے سیکھ کر حضرت محمد نے لفظ بہ لفظ اپنے پیروؤں کو سنایا۔ برعکس اس کے احادیث میں حضرت محمد کے قول

اوحوال مندرج ہیں جن کو اُن کے تابعین نے اُن سے سنا اور دوسروں کو پہنچایا۔ اورمابعد مسلمانوں نے اُن کو قلمبندکیا۔ اس سے واضح ہے کہ اہل اسلام کے مطابق قرآن کا مکاشفہ لفظ بہ لفظ خدا سے ملا مگر احادیث کا صرف مضمون الہامی ہے البتہ یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ ساری احادیث حضرت محمد کے قول وافعال پر مشتمل نہیں۔ بلکہ کئی احادیث میں حضرت محمد کے اصحاب کے اقوال وافعال مندرج ہیں یا حضرت محمد کے خلیفوں کے۔ اس لئے ان دونوں میں امتیازکیا جاتا ہے ۔ جن میں حضرت محمد کے اقوال اوفعال کا ذکر ہے وہ مرفوع حدیث کہلاتی ہے اورجن میں ان کے اصحاب وخلفاء کے قول وفعل کا ذکر ہے وہ موقوف کہلاتی ہے ۔ جوحدیث حضرت محمد کے بعد پہلی پشت تک ہی جاتی ہیں یا جن میں تبع تابعین یعنی حضرت محمد کے اصحاب کے پیروؤں کے قول وفعل مذکورہیں وہ مقطوع کہلاتی ہیں۔

لفظ حدیث کے معنی گفتگو یابات چیت ہے۔ اوراس کی جمع احادیث ہے۔ اب یہ لفظ حدیث واحد کےلئے بھی آتا ہے اورحدیثوں کے کل مجموعے کے لئے تھی۔ اسلامی احادیث کےلئے دوسرا لفظ سنہ بھی مستعمل ہوا ہے۔ اس لفظ سےمراد دستورعادت یا حضرت محمد کا کوئی طورطریقہ مراد ہے۔ اوراحادیث کے الہام کے مسئلہ کا حصر اسلامی عقیدے پر ہے کہ حضرت محمد نے جوکچھ کیااور کہا وہ سب ہدایت الہٰی سے کیا اُن کے الفاظ عین خدا کے الفاظ تھے ۔یوں علمائے دین نے یہ مسئلہ نکالاکہ خدا نے انسانوں کو اوامرونواہی نہ صرف قرآن کے ذریعے دئے بلکہ رسول کے منہ سے بھی ۔اس مسئلہ کی بنیاد حضرت محمد کا یہ قول ہے" کیا خدا نے مجھے قرآن نہیں دیا۔ اس کے ساتھ جو اُس کی مانند ہے ۔۔۔ سچ مع جس شے کو رسول خدا نے ناجائز ٹھہرایا وہ ایسی ہی ہے جیسےکہ خدا نےاُسےناجائز ٹھہرایاہو" (مشکوات المصابیح درکتاب ایمان)" میں نے تمہیں دوچیزیں سپرد کیں ہیں اورجب تک تم اُن دونوں کوسنبھالے رکھوگے تم گمراہ نہ ہوگے"۔ ایک توخدا کا کلام ہے اورایک سنہ اُس کے نبی کا"۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد یہ کہا کرتے تھے کہ" سائنس یعنی دینی علم تین امورپر مشتمل

ہے: عمدہ نظم، سنه جس پر اچھی طرح عمل کیا جائے اور عادلِ شرع۔

مشکواته المصابیح کے دیباچے میں جواحادیث کامشہور مجموعه ہے اُس میں لفظ حدیث کی یه تعریف کی گئی ۔ که وہ نبی کے اقوال اوراُسکے اعمال ہیں اورجوکچھ اُنہوں نے جائز ٹھہرایا" اس موخرالذکرکی یه تشریح کی گئی که جوقول یا فعل دوسروں کا حضرت محمد کی حاضری میں ہوا جس کو نه اُنہوں نے روکا اورنه منع کیا۔ کہتے ہیں که حضرت محمد نے خود اپنے تابعین کو تحریك دی که اُن کے اقوال کی حفاظت کریں اور اسکے متعلق ایك حدیث ہے که حضرت محمد نے ایك دفعه یه کہا بلغو عنی ولوایته" میری طرف سے خواہ ایك ہی آیت ہو اُس کودوسروں تك پہنچاؤ" روایت ہے که اُنہوں نے یه بھی کہا تھا که " خدا اس شخص کوبرکت دے جومیری باتوں کو سنتا۔ اُن پر عمل کرتا ۔ اُنہیں سمجھتا اوراُنہیں دوسروں تك پہنچاتا ہے" ایك دوسرے موقعه پر جب کسی نے یه سوال کیاکه آپ کے پیچھے آپ کے جانشین کون ہونگےتو اُنہوں نے یه جواب دیا" جومیری باتوں کو بیان کرتے اورلوگوں کوسکھاتے ہیں[1]

البته اس امر کی شہادت ملتی ہے که اُنہوں نے اپنے پیروؤں کو اُن کی باتوں کے تحریرکرنے سے منع کیا تھا۔ اوراُنہوں نے یه کہا تھا ۔لاتکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه وحداثواعنی فلاحرج ومن کذب علیٰ متعمداً فلیتبوا مقعد لامن النار" میری طرف سے کچھ تحریر نه کر اورجو کوئی قرآن کے سوا کچھ اورمیری طرف سے لکھتا ہے وہ اُس کو محك کردے۔ لیکن جو ممنوع نہیں وہ میری طرف سے لکھ اورجوکوئی عمداً میری طرف سے کچھ جھوٹ لکھتا ہے اُس کا ٹھکانه جہنم ہوگا"[2]۔

اسی کتاب میں یه بیان بھی ہے که حضرت محمد نے اپنے تابعین کو اُن کے معمولی اقوال قلمبند کرنے سے منع کیا تھا مبادا کوئی اُنہیں قرآن کے الفاظ کے ساتھ خلط ملط کردے جن میں سے اکثر قلمبند ہوچکے تھے۔اس سے یه صاف پتا

---

[1] Keims The Religion of Islam

[2] توجیه النظیر الی اصول الاثرصفحه ۵

لگتا ہے کہ کم ازکم حضرت محمد کا منشاء یہ تھا کہ اُن کے کلام اور قرآن کے الفاظ میں بڑا فرق تھا۔ خواہ اس کی وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی کافی اورواقع شہادت پائی جاتی ہے کہ اولاً احادیث کا حصر انسان کے حافظہ ویادداشت پر تھا جس میں ہمیشہ غلطی کا اندیشہ رہتا ہے اورپشت درپشت وہ سینہ بہ سینہ چلی آئیں۔

بخاری کے مشہورمفسر قسطلانی کا صاف بیان ہے کہ لمہ تکن الصحابتہ ولا التا بعون یکتبون الاحادیث انما کانوا یودونہا حفظا ویاخذ ونہا لفظا" نہ تو صحابہ نے نہ اُن کے تابعین نے حدیثوں کو قلمبند کیا۔ وہ اُنہیں ازبرکرتے اوراپنے حافظے میں محفوظ رکھتے تھے"[1]۔

اہل اسلام نے احادیث کو دوحصوں پر منقسم کیا۔ اول اسناد یعنی جس کی سند پر اس حدیث کا دارومدار ہے، اس میں راویوں کا وہ سلسلہ داخل ہے جن کے ذریعے سے وہ حدیث پہنچی۔ اس اسناد کی تکمیل کے لئے یہ سلسلہ اُس شخص سے شروع ہونا چاہیے جس نے فی الحقیقت وہ حدیث حضرت محمد کی زبانی سنی تھی اورمسلسل اُس آدمی تک پہنچی جس نے آخر کاراس کو قلم کے سپرد کیا۔ اوراُس وقت اس کا زبانی یادکرنا موقوف ہوگیا۔ ثانیاً حدیث کا دوسرا حصہ وہ ٹھیک آیت یا الفاظ ہیں جو اُس نے خود حضرت محمد سے سنے یا جو فعل اُن کا دیکھا۔اسے متن حدیث کہتے ہیں ۔ہم ان دوقسموں کی حدیثوں کے دونمونے پیش کرتے ہیں ایک میں توحضرت محمد کے ٹھیک الفاظ کا اعادہ ہے دوسری میں اُس کے سنہ یادستورکا جس پر وہ اپنی رسوم ادا کرنے میں عمل کرتے تھے" ۔ ابو قریب نے ہم سے کہا کہ ابراہیم ابن یوسف ابن ابی اسحاق نے ہم سے کہا ۔ اپنے باپ سے ابواسحاق سے طولا طاابن مصارف سے کہ اُس نے کہا کہ میں نے عبدالرحمان ابن اوساجہ سے سناکہ اُس نے کہا کہ میں نے برا ابن عذیب سے سناکہ اُس نے کہا کہ میں نے نبی کویہ کہتے سنا ہے کہ" جوکوئی خیرات میں دودھ دینے والی گائے دے یا چاندی یا پانی کی مشک دے تو وہ غلام کے آزاد کرنے کے برابر ہوگا"۔(Huges Dic of Islam p640) دوسری یہ : ولید بن مسلم نے کہا کہ آل اوضائی نے ہم سے روایت کی اوراُس نے

---

[1] شرح صحیح الامام البخاری جلد اول صفحہ ۳۔

قتادیٰ سے کہ اُس نے اُسے انس ابن مالک سے خبردی کہ اُس نے اُس سے کہا " میں رسول اورابوبکر اورعمر اورعثمان کے پیچھے نماز پڑھی اوراُنہوں نے (سورہ فاتحہ پڑھتے وقت) ان الفاظ سے شروع کیا۔الحمد اللہ رب العالمین اوراُنہوں نے یہ الفاظ نہ کہے ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ اُس کے شروع میں نہ اورنہ اُس کے آخر میں "[۱]۔،

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد نے اپنے تابعین کو یہ ترغیب دی کہ جو تعلیم اُنہوں نے اُن کو وقتاً فوقتاً دی تھی اُسے وہ حفظ کرلیں اوراُن کے جانشینوں تک پہنچادیں لیکن اس دستور کے دیگر اسباب بھی تھے۔ بُت پرست عربوں کے درمیان بھی یہ خوبی میں داخل تھاکہ اپنے آباواجداد کے سنہ یا دستورپرچلیں[۲]"۔مگر یہ بھی روشن تھاکہ اہل اسلام اپنے بُت پرست آباواجداد کے رسوم ودستورات کو نہ مان سکتے تھے۔ اس لئے یہ تقاضائے بشریت تھاکہ وہ اپنے رسول کی سنت کو مانیں اوراُن کی الہٰی ہدایت یافتہ زندگی کوساری باتوں میں اپنا نمونہ قراردیں۔ چنانچہ فی الحقیقت اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔اس لئے اُن کا ہر قول وفعل اُن کے ایمان وعمل کا الہٰی دستور العمل ہوگیا۔ جب صورت حال یہ ہو تو سمجھنا مشکل نہیں کہ کیوں اُنہوں نے حضرت محمد کے ہر قول وفعل پر ایسی سرگرمی سے زوردیا۔ جواُن کے نہایت قریبی اصحاب تھے وہ ایسی حدیثوں کے بیان کرنے سے تھکتے نہ تھے بلکہ ان پر کچھ نہ کچھ اضافہ بھی کردیا کرتے تھے ۔ وہ اُس زمانہ ماضی کا ذکر کرنے سے خوش ہوتے تھے اورحضرت محمد کے عجیب غریب قول اوافعال کا ذکرکرکے ایک دوسرے کو تسلی دیتے اور اُن کی حوصلہ افزائی کیاکرتے تھے ۔ جنہو ں نے عربوں کے جنگ جو اورمخالف قبیلوں کو اتحاد کے رشتے میں گانٹھ دیا تھا۔ اورعرب کے صحرا نشینوں کوایک بڑی قوم بنا کے مشرق کے بڑے بڑے ممالک کا مالک بنادیا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا کہ محمدیوں کا یہ قدیم دستور تھا کہ جب وہ ایک دوسرے کو ملتے تواُن میں سے کوئی حدیث پوچھتا اوردوسرا اُس کے جواب میں حضرت محمد کے کسی قول یا فعل کا ذکر سناتا تھا ۔جوں جوں زمانہ گزرتا تھا۔ یہ دستوربھی ترقی کرتا گیا۔

---

[۱] توجیہ النظر الیٰ اصول الاثر صفحہ ۳۳۹۔

[2] Encyclopedia of Islam Vol2 p189

حتیٰ کہ ایسا زمانہ آیا جب کہ اُن میں حضرت محمد کے واقفکاروں میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہا اور ہزارہا سرگرم نومسلم صحابہ کے گردِ ہجوم کرتے تاکہ اُن کی زبان سے حضرت محمد کا کچھ حال سن لیں اوراُن سے وہ احوال سن کر اپنے سینوں میں جمع رکھتے تھے۔ کسی تفصیل کو وہ خفیف نہ جانتے تھے اورنہ کوئی قصہ ایسے لوگوں کو حقیر معلوم ہوتا جن کوایسے لوگوں پر رشك اورفخر تھا جن کویہ افتخار حاصل ہوا تھا کہ حضرت محمد کی تعلیم کو اُن کی زبان سے سنتے اوراُن کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے حضرت محمد کے نمونے پر چلنے کی آرزوبت پرستی تك جاپہنچی تھی حتیٰ کہ ایسی پشت پیدا ہوئی جس نے ایسا کوئی کام کرنے سے انکا رکیا جسے حضرت محمد نے نہ کیا تھا یاکوئی ایسی چیز کھانے جسے حضرت محمد نے نہ کھایا تھا۔ گووہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔ یہ روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل تربوزنہیں کھایا کرتے تھے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ حضرت محمد نے تربوزکھایا تھا۔لیکن اُن کو یہ معلوم نہ تھاکہ اُنہوں نے اُسے چھیل کے کھایا تھا یا بغیر چھیلے۔ منہ سے کاٹ کرکھایا تھا یا چھری سے کاٹ کر۔ کہتے ہیں کہ اس امام نے عورتوں کو رات کے وقت گلیوں میں مشعلوں کی روشنی سے چرخا کاتنا منع کیا تھا کیونکہ وہ مشعلیں اُن کی اپنی ملکیت نہ تھیں۔ اورحضرت محمد نے یہ ذکر نہ فرمایا تھاکہ ایسا کرنا جائز تھا یا ناجائز اورنہ یہ معلوم تھاکہ اُنہوں نے کبھی خود ایسی مشعل سے کام لیا ہو جوکسی دوسرے کی ہو جب تك کہ اُس شخص کی اجازت حاصل نہ کرلی ہو[1]۔

جولوگ حضرت محمد سے واقف تھے لوگوں کے دلوں میں اُن کی ازحدعزت تھی۔ اوراُن کے بارے میں جوقصے ان لوگوں سے سنتے تھے اُن کو وہ اعجاز سمجھتے اورفوق العادت قدرت وبزرگی اُن سے منسوب کرتے تھے۔" اے باپ عبداللہ آپ حضرت محمد کی صحبت میں رہ چکے ہیں" کوفہ کی مسجد میں ایك دیندار مسلمان نے حذیفہ سے یہی سوال کیا"کیاآپ نے سچ مچ حضرت محمدکودیکھا تھا اورکیاآپ اُن سے اچھے آشنا تھا" ؟ " اے عمزادے فی الحقیقت جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہے" آپ رسول خدا سے کیسے پیش آیا کرتے تھے" ہم اُن کو خوش کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے" سائل جوش میں آکریہ

---

[1] Lane's Modern Egyptiause Vol.I.p354

کہتا ہے " بخدا اگر میں اُن کے زمانے میں زندہ ہوتا تو میں اُن کا مبارک قدم زمین پر لگنے نہ دیتا بلکہ جہاں وہ جانا چاہتے اُنہیں اپنے کندھوں پر اٹھا کے لے جاتا"؟

جوں جوں برس گزرتے گئے اورحضرت محمد کا زمانہ نومریدوں سے دورہوتا گیا اُسی قدراُن کی تصویر بتدریج اُن کے پیروؤں کی نظر میں زیادہ مقدس اورتعظیم کے لائق ہوتی گئی۔ وہم بڑھتا گیا اورایمان زوداعتقادی اوروہم پرستی میں منتقل ہوگیا۔ اوریہ تکیہ کلام ہوگیاکہ" حضرت محمد کی تعریف میں مبالغہ کرنا جائز تھا"۔(شافعی)۔ اورنتیجہ یہ ہوا کہ ہزارہا حدیثیں وضع کرلی گئیں جن میں کہ حضرت محمد کی تعریف پائی جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد کوبھی ایسے مبالغے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ اُنہوں نے اپنے شاگردوں کو ان الفاظ میں متنبہ کیا تھا۔ ایاکمہ والظن فان الظن اکذب الحدیث" وہم سے خبرداررہو۔ کیونکہ وہم سب سے جھوٹی حدیث ہے[1]"۔

چونکہ یہ حدیثیں زبانی چلی آتی تھیں اس لئے جعلی حدیثوں کےگھڑے جانے کا بہت موقعہ ملا۔ اوراس سے پیشتر کہ احادیث کے یہ مجموعے ضابطہ تحریر میں آئے اوررسول کی زندگی کے تاریخی حالات بہت کچھ فراموش ہوگئے توان قصے کہانیوں نے عوام الناس کے دلوں میں اپنا سکہ بٹھالیا اوراُنہیں کو مبالغے کے ساتھ ہرجگہ لوگ بیان کرتے تھے۔ ان الزامات کا جواب لگے باب میں دیا جائے گا۔ ناظرین کویاددلانے کےلئے یہاں اتنا کافی ہوگاکہ بخاری نے جس نے ۲۵۶ ہجری میں وفات پائی چھ لاکھ حدیثوں میں سے صرف ۷۲۷۵ حدیثوں کومعتبر سمجھ کر جمع کیا اوراس کا کو بڑی محنت اور سردردی سے سرانجام دیا اورسارے مسلمانوں سے تحقیق کرکے اُن کوچنا! اسلام کے مغربی بڑے علما میں سے ایک نے اس عمل کا یوں بیان کیاکہ آسمانی ملایک کے ساتھ حضرت محمد کا راہ ورابطہ ہونے کے باعث اُن کی حین حیات میں لوگ ان کو دیکھ کر خوف کھایا کرتے تھے۔ ایسا مضمون جواحاطہ حواس سے توباہر ہولیکن قوت متخیلہ کو ایسا مانوس ہواُس میں یہ مان لینا نامعقول نہ ہوگا

[1] زبدتہ البخاری صفحہ ۲۳۸

که ان خیالی گھوڑدوڑوں میں عقل سے چنداں کام نہیں لیا گیا اور حضرت محمد نے جوشرائط ٹھہرائی تھیں اُن سے اُن کے شاگرد کہیں آگے تجاوزکرگئے۔ بعض سادہ واقعات کوبھی فرط جوش میں اُنہوں نے اعجاز بنادیا۔ اور فوق العادت اورغیر زمینی رفاقت سے ملبس کردیا اورجب ان کی عزت وتعظیم کا موضوع اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا توان قصوں نے اور بھی قدرومنزلت حاصل کرلی اوردلوں کو فریفتہ اورشیفتہ کرلیا اگرحضرت محمد آسمان کی طرف تاکتے یا غورسے داہنے ہاتھ کی طرف تویہی مشہورہوتاکہ جبرئیل سے وہ گفتگو کررہے تھے۔ رتیلے راستوں پرہوا کے جھوکوں سے اگرایک گردباد پیداہوجاتا ہے توان دیندارایمانداروں کو یہ یقین ہوتاکہ صدفرشتہ اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانی فوج کے آگے آگے جارہا تھا تاکہ جن کم بخت مقاموں پرحملہ کرنا تھا اُن کی بنیادوں کوہلادے، بدر کے میدان جنگ پرآندھی کے تین جھونکے صف آراء فوج پر آئے اوراُس سے یہ نتیجہ نکالا گیاکہ جبریئل ہزارہا سوار فرشتوں کے ساتھ حضرت محمد کی مدد کوآرہا تھا۔ اورمیکائیل اوراسرافیل فرشتے اپنے لشکر ملائک کے ساتھ مسلمانوں کے داہنے بائیں کھڑے تھے۔ اوران فرشتوں کی وردیوں اورخودوں وغیرہ کی تفصیل بھی ان ابتدائی راویوں نے ایسی مفصل بیان کی ہے کہ گویاکہ وہ فرشتے گوشت وپوست پہن کر ان کے سامنے موجود تھے۔ اورگویا مسلمانوں کو یہ نظر آرہا تھا کہ دشمنوں کے سر مسلمانوں کی تلواروں کی ضرب سے پیشتر ہی اُن کے دھڑ سے جدا ہوکرگررہے تھے کیونکہ اس غیرمرئی فوج کے اوزاراہل مدینہ کی آہنی تلواروں سے زیادہ جلد اپنا کام سرانجام دے رہے تھے[1]۔

یہ قابل لحاظ ہے کہ صحابہ میں سے اکثرحضرت محمد کی پیدائش سے بہت دیر بعد پیداہوئے تھے۔ اس لئے اُن کو حضرت محمد کی پیدائش اوراوائل عمر کاحال معلوم ہوسکتا تھا۔حالانکہ اُن کی زندگی کے کسی حصہ کے متعلق اتنے قصے کہانیاں نہیں جتنے کہ اُن کی پیدائش کے متعلق ہیں۔ یہ خیالی من گھڑت فسانے مابعد زمانے کے افتراع ہیں اوراُن کو معتبر ٹھہرانے کےلئے صحابہ کے نام سے اُن کو منسوب کردیا۔یہی حال اُن بے شمار حدیثوں کا ہے جن میں حضرت محمد کے

---

[1] Muir's Life of Muhammad .p.11

معجزوں کا بیان ہوا ہے ۔ اس کے متعلق حضرت محمد کا ایک مشہور قول ہے کہ جو کچھ قرآن کے خلاف ہے وہ درست نہیں۔ اس معیار سے پرکھنے کے ذریعے حضرت محمد کے وہ سارے معجزے جعلی اورجھوٹے ٹھیریں گے کیونکہ قرآن کی شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد نے کوئی معجزہ نہ کیا تھا۔ بے شمارآیات میں سے مفصلہ ذیل کافی ہوں گی۔

وَأَقْسَمُواْ بِاللّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الآيَاتُ عِندَ اللّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءتْ لاَ يُؤْمِنُونَ قسمیں کھاکر کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ اُن کے سامنے آئے تووہ ضروراُس پر ایمان لے آئیں گے تو کہہ دے کہ معجزے تواللہ ہی کے پاس ہیں۔ اورتم لوگ کیا جانو یہ لوگ معجزے آنے پربھی ایمان نہیں لائینگے۔(سورہ انعام آیت ۱۰۹)۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ " یعنی اوروہ کہتے ہیں کہ اس پر اُس کے پروردگار کے معجزے کیوں نہیں اُترے۔ تو کہہ دے کہ معجزے توخدا ہی کے پاس ہیں۔ اورمیں تو صاف طورپر ڈرسنانے والا ہوں اوربس۔ کیا ان لوگوں کےلئے کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر قرآن اتارا جواُن کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے(سورہ عنکبوت آیت ۴۰تا ۵۰)۔

قرآن کی یہ شہادت ایسی صاف وصریح ہے کہ سید امیرعلی صاحب نے جوبڑے اسلامی عالم ہیں اپنی تاریخ محمد میں یہ صاف لکھ دیاکہ " وہ لوگ حضرت محمد سے معجزے طلب کرتے تھے" تو حضرت محمد نے اُن کو یہ صاف جواب دیاکہ خدا نے مجھے تمہارے پاس معجزے کرنے کو نہیں بھیجا بلکہ تمہارے پاس منادی کرنے کو بھیجا ہے۔ یوں اُنہوں نے معجزے کی ہر طرح کی قدرت رکھنے کا انکارکیا۔ حضرت محمد نے اپنی الہٰی رسالت کی صداقت کا دارومداراپنی تعلیم ہی پررکھا"۔

ہم کسی دوسرے باب میں اس کا ذکر کریں گے کہ مابعد زمانے کے مسلمان عالموں نے احادیث کو کن کن مختلف اقسام پر تقسیم کیا ان قسموں میں سے ایک حدیث متواتر ہے۔ یہ نام ایسی حدیثوں پرآتا ہے جن پر کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔ اورجن کو راویوں کے کئی ایک سلسلوں نے بیان کیایا کئی پشتوں نے اتفاق رائے اُن پر ظاہر کیا۔ اورایسی

حدیثیں ہمیشہ راست اورصحیح مانی گئیں۔ علمائے محمدی کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایسی حدیثوں کا شمار بہت تھوڑا ہے۔ اوریہ قابل غور امر ہے کہ کسی متواتر حدیث میں حضرت محمد کے معجزوں کا ذکر پایا نہیں جاتا[1]۔

اگر حضرت محمد کی بزرگی وعظمت بڑھانے کے لئے یہ حدیثیں وضع کی گئیں تواُن کے عیب ونقص چھپانے کےلئے بھی بہت حدیثیں بن گئی ہوں گی۔ معمولی معیار سے امتحان کرنے پر بانی اسلام کی زندگی اورسیرت میں بہت ایسی باتیں ملتی ہیں جواس امتحان میں پوری نہیں اتُرتیں ۔ خاص کر مستورات کے معاملات میں اوراس لئے مابعد زمانہ کے مصنفوں نے اس ظاہرا مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ واقعات کے بعد ایسی احادیث کوپیش کرنا اورگھڑلینا جعلیت کے طبقے سے علاقہ رکھتا ہے۔ اوراس سے حضرت محمد کی سیرت پر اوربھی زیادہ الزام کھڑا ہوجاتا ہے ۔ چنانچہ سیرت الحلیبہ میں ایک پوری فصل اس امر کا ذکر کرتی ہے کہ رسول اللہ کے خاص حقوق کیا کیا تھے۔ مفصلہ ذیل مثال سے معلوم ہوجائے گا یہ یہ حقوق کس قسم کے تھے۔

انہ صلے اللہ علیہ وسلمہ اذارغب فی امراتہ کان لہ ان ید خل بھا غیر لفظ نکاح اوھیتہ ومن غیرولی ولا شھود کما وقع لہ صلے اللہ علیہ وسلمہ فی زینب بنت حجش رضی اللہ عنہ کماتقدم ومن غیررضا ھا وانہ اذارغب فی امراتہ متروجہ یحب علیٰ زوجھا ان یطلقھالہ صلی اللہ علیہ وسلمہ۔

اگررسول اللہ خداکی رغبت کسی غیر منکوح عورت کی طرف سے جاتی تو اُن کو یہ حق حاصل تھاکہ بلا نکاح اُن کے پاس جائیں یا بغیر انعام یاکسی ثالت یا گواہ کے (جیساکہ زینبت بنت حجش کے معاملے میں ہوا)۔ اوربغیر عورت کی رضامندی کے اوراگر منکوح یاشادی شدہ عورت کی طرف رغبت ہوتی تو اُس عورت کے خاوند پر یہ لازم ہوجاتاکہ رسول کی خاطر اس عورت کو طلاق دے دے[2]۔

---

[1] ڈاکٹر عمادالدین صاحب کی تاریخ محمدی صفحہ ۱۲

[2] سیرت الجلملہ جلد سوم صفحہ ۳۳٦

اُسی کتاب میں حضرت محمد کے ایک دوسرے حق کا ذکر ہے ۔ وہ یہ تھاکہ لوٹ میں جو عورتیں ہاتھ میں آئیں اُن کو تقسیم کرنے سے پیشترپہلے حضرت محمد کو چننے کا حق تھا۔

اسی طرح سے مابعد مسلمانوں نے محسوس کیاکہ جو حملے انہوں نے بے رحمی سے دوسرے لوگوں اور فرقوں پر کئے اُن کی حمایت میں کچھ لکھنا ضرورتھا۔ کیونکہ حضرت محمد کی تاریخ لکھنے والوں نے ان حملوں کا بہت طول طویل بیان کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک حدیث وضع کرلی گئی جس میں یہ بیان ہے کہ یہ بھی بانی اسلام کا حق تھا۔ مشکوات المصابیح میں یہ حدیث مذکورہے:

ان اللہ فضلنی علےٰ الانبیاء اوقال فضل امتی علے الامم وحل لنا الضائیم۔

"تحقیق خدا نے مجھے دیگر انبیاء پر فضیلت دی ہے " ایک دوسری حدیث کے مطابق حضرت محمد نے یہ فرمایا" اس نے میری اُمت کو دوسری قوموں پر فضیلت دی ہے کہ اُس نے لوٹ کا مال ہم پرحلال کردیا"۔

مذکورہ بالا وجوہات کے علاوہ دیگر اسباب بھی ہیں جن کے لئے احادیث تراشی گئیں۔ یہ دوسری وجہ اشاعت اسلام تھی۔ عراق ،سوریا، فلسطین اورمصر کی فتوحات سے جن ممالک میں کہ اہل عرب کے لوگوں سے اعلیٰ تہذیب اور شائستگی پائی جاتی تھی نئے خیالات اوردارلعلوموں نے جومسیحیوں یادیگر مفتوح قوموں سے لئے گئے تھے اپنا اثر دکھادیا۔ دستورات تمدن، دینی تحریکات دوسری قوموں کے سیاسی رشتے وتعلق کے لئے شریعت کی ضرورت پڑی۔ اورنئے اورنامعلوم حالات پیدا ہوگئے جن کے متعلق قرآن میں کوئی ہدایت نہ تھی" اہل عرب جوسیدھے سادھے لوگ تھےاُن کو قرآن میں اپنے سارے معاملات کے متعلق خواہ وہ دینی ہوں یا تمدنی یاسیاسی کافی ہدایات مل گئیں۔ لیکن بہت جلد اسلام کی حالت میں ایک بڑا تغیر پیدا ہوگیا۔ حضرت محمد کو دفن کئے ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ عرب کے صحرائے جزیرہ نما سے دنیا کی ساری قوموں کواسلام کے قبول کرنے کی دعوت دی گئی اورفرمان دیئے گئے۔ ایک صدی کے اندراُنہوں نے وہ سارے ممالک فتح کرلئے جودریائے آکسس اورشمالی افریقہ

کے مابین واقع تھے۔ اوراُن کے اکثر باشندگان نے اسلامی جھنڈےئے تلے پناہ لی۔ یہ وسیع سلطنت حضرت محمد کے زمانے کے عرب سے بہت مختلف تھی اورجو کچھ ابتدائی عربوں کی سادگی کےلئے کافی تھا وہ اُن کی اولاد کی روزافزون ضرورتوں کے لئے ہرگز مکتفی نہ تھا۔ گنجان آباد شہروں مثلاً کوفہ قاہرہ اور دمشق وغیرہ کے لئے عدالت کے مفصل قاعدے وقانون کی ضرورت پڑی ۔ چونکہ سیاسی رشتے بڑھ گئے اس لئے باہمی عہدوپیمان کے قواعد کے ضابطے کی ضرورت پڑی جس قوم کے سامنے علم ادب کا ایک وسیع میدان کھل گیا۔ اوردینی باریک مسئلوں پر مختلف فریق بحث مباحثے کرنےلگے تو اُن کو اپنی تنگ چار دیواری سے باہر نکلنا پڑا۔ اب ان کو یہ ضرورت پڑی کہ مکاشفے کے معدودے چند مسئلوں کو چھوڑ کر اُن کو زیادہ وسعت دیں اوراخلاق کے اصولوں کو توسیع وتکمیل دیں اب یہ مشکل سوال اُن کےسامنے تھا۔ اس کو اُنہوں نے احادیث کی مدد سے حل کیا۔ اورجہاں ایسی حدیثیں نہ ملیں وہاں وہ پیدا کرلی گئیں۔ اس لئے حضرت محمد کی زندگی کے متعلق جوکچھ اُن کو ملا اُس کو بہت قدرحاصل ہوئی۔اس وقت سے لے کر اس کے اقوال واعمال قرآن کے تمتہ کے طورپر سمجھے گئے اوریہ جادو کی کلید ٹھیری جس سے ہر قفل کو وہ کھول سکتے تھے۔ اس لئے شریعت کا ضابطہ اورطول طویل فقہ کی کتابیں تیارہوگئیں۔ جن فیصلجات کی نسبت یہ کہا جاتا تھاکہ وہ حضرت محمد کی طرف سے ہیں یا جو اُن اصولوں پر مبنی ہیں جن کو حضرت محمد نے قائم کیا تھا وہ بتدریج تیارہوگئے اوراُن کی اشاعت ہونے لگی اوریوں حضرت محمد کے اقوال کو شریعت الہٰی اورالہای کلام مانا گیا۔ اس تشبیہ یا قیاس اور موضوع حدیثوں کی مدد سے ایسی بے شمار نظیریں قائم ہوگئیں جوہر ضرورت اورمعاملے میں کارآمد ہوسکتی تھیں۔

جن اسباب سے احادیث کا آغاز ہوا اُن میں سیاسی سبب کو بہت دخل ہے کیونکہ حضرت محمد کی وفات کے بعد پچیس سال تک اسلام ،ابوبکر، عمراورعثمان کی خلافت میں غیر منقسم رہا۔لیکن عثمان کے قتل کے بعداسلام کی یگانگت جاتی رہی۔ اور خانہ جنگی نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادیں اورساڑھے چار سال کے بعد جب حضرت علی نے

وفات پائی تواُمیه خاندان کی سلطنت دمشق میں قائم ہوگئی تھی۔ اوراُس وقت سے لے کر ایک سوسال بعدتک جب عباسی خاندان عراق میں سلطنت کا مالک ہوگیا۔ بغاوتوں قتلوں، اورخانہ جنگیوں کا تانتا بندھا نظرآتا ہے جن کے ذریعے سے حریف فریقوں نے ایک دوسرے کو تباہ کیا۔ اورایک دوسرے کو ملعون ٹھہرایا۔ اورہر ایک نے اپنی ان لعنتوں کو حضرت محمد کے اقوال سے ثابت کرنے کی کوشش کی ایسی حالتوں میں یہ کچھ جائے تعجب نہیں کہ مختلف فریقوں نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں کسی نہ کسی حدیث سے مدد لی۔ عرب اُمیہ خاندان کا مخالف تھا۔ لیکن یروشلیم اُن کی طاقت کا صدرمقام تھا۔ اُمیہ سلاطین نے یہ خیال لوگوں میں پیدا کرنا چاہا کہ یروشلیم کے حج میں ویسا ہی جواب تھا جیسا کہ حریمین (مکہ ومدینہ) کے حج کا۔ بلک اُس سے بھی بڑھ کر اوراس مطلب کے لئے ایک حدیث پیش کی جاتی تھی جس میں ذکر تھاکہ کہ مکہ مدینہ اوریروشلیم تینوں میں حج ہوسکتا ہے۔ اوراُس کے آخرمیں یہ جملہ بھی " کہ یروشلیم میں ایک نمازادا کرنا دوسرے مقاموں میں ہزارنمازادا کرنے سے بہتر ہے"۔علاوہ ازیں جب اُمیہ سلاطین جمعہ کی نماز پڑھاتے تویہ پرانا دستورکہ امام کھڑا ہوکر خطبہ پڑھے اورنماز کے بعد پڑھے اسی قسم کی وجوہات کے باعث ناگور ٹھیرا۔ مسلمان مورخ یہ بخوشی تسلیم کرتے ہیں کہ اُمیہ سلاطین نے اس دستورکو بدلا۔ اس کا تیارعلاج حدیث تھا۔ اوراس وقت ایک دوسرے دیندارعالم دین رجا بن حجویٰ سے یہ خدمت لی گئی۔ اورایک حدیث پیش کردی جس میں بیان تھا کہ خلیفہ عثمان نے دوسرا خطبہ بیٹھ کر پڑھا تھا۔

برعکس اس کے یہ بھی ظاہرہے کہ حضرت عائشہ حضرت محمد کی محبوبہ بی بی ایسی حدیثیں پیش کیا کرتی تھی جن میں اُمیہ خاندان کے غاصب اوربدنام ہونے پر زوردیا گیا تھا۔ اس لئے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے مروان سے یہ کہا:

سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لابیک وجدک ای لذی هوا العاص بن امیه اللهمه الشجرته الملونته فی القرآن۔

" میں نے رسول اللہ کو تیرے باپ دادا کی نسبت یہ کہتے سنا یعنی العاص بن امیہ کی نسبت کہ وہ قرآن میں مذکورشدہ ملعون درخت تھا"[1]۔ اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث یہ تھی:

عن جبرین معطمہ کنامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہ فمر الحکمہ بن العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلمہ ومل الامتی مما فی صلب ھذا۔

"جبیر بن معطعٰم سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ہمراہ تھے۔ جب حکیم بن العاص ہمارے پاس سے گذرا۔ تب رسول اللہ نے کہا ۔ میرے اُن لوگوں پر افسوس جواس آدمی کی پشت میں ہیں" (سیرت آل حبیبیہ)۔

ایک اورحدیث جواسی قسم کی سیاسی غرض سے پیدا ہوئی یہ ہے:

عن حمر ان بن جابر الجعفی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہ یقول لبنی امیہ ثلاث مرات۔

[1] سیرت ال حبیبیہ جلد اول صفحہ ۳۴۶

"حمران بن جابر الجعفی سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو تین دفعہ یہ کہتے سنا" بنی اُمیہ پر افسوس"۔

اسی طرح ایسی حدیثیں حضرت محمد سے منسوب کی گئی جن میں حضرت علی کو تقریباً خدا بنادیا تھا۔ تاکہ اُن کی اولا د میں خلافت محفوظ وموروث ہوجائے"۔

لیکن ایسی جعلی حدیثوں کی وجہ محض ملکی ہی نہ تھی۔ حضرت محمد کی وفات کے بعد جوسخت دینی جھگڑے پیداہوئے جنہوں نے اسلام کو جڑ سے ہلادیا۔ اُنہوں نے بے شمارحدیثوں کو پیدا کردیا۔ ہرایک فریق نے اپنی خاص تعلیم کی حمایت میں حضرت محمد کے کسی جعلی قول کو پیش کردیا۔ الغرض معتزلہ شیعہ اورخارجیہ فرقوں نے اپنی اپنی تائیدوحمایت میں مختلف حدیثوں کوگھڑلیا۔ چنانچہ مشکواتہ المصابیح کے دیباچہ میں لکھاہے کہ خارجیہ فرقہ کے لوگوں پر حدیثوں کے اقتباسات کے بارے میں اعتبار نہ کیا جاتا تھا اورناظرین کو متنبہ کیا گیاکہ جوحدیثیں وہ پیش کریں اُن کو قبول نہ کرلیں کیونکہ مصنف نے آگے چل کر یہ لکھا:

ولاشک ان اخذ الحدیث من هذه الفرق یکون بعدالتحری والاستصواب ومع ذالک الاحتیاط فی عدم الاخذ لانه قدتبت ان هولاء الفرق کا نوا یضعون الاحادیث لترویج مذاهیم۔

" اس میں کچھ شک نہیں کہ ان فرقوں کی حدیثوں کا قبول کرنا مناسب انتخاب کے بعدہوسکتا ہے۔ اورباوجود اس کے بھی اُن کی نسبت خبرداری کرنا غیر تسلیم کے برابر ہے کیونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ فرقے اپنی خاص تعلیموں کو پھیلانے کی غرض سے جعلی حدیثیں استعمال کیا کرتے تھے[1]۔ اکثراوقات اپنی خاص دینی رایوں کی تائید میں یہ لوگ حدیثیں وضع کرلیا کرتے تھے اورراستی سے یہ امر ہماری بہتری کے لئے تسلیم کرلیا گیا ہے۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ۔ وہ یہ ہے:

اذھوبنا امرا صبرنا حدیثاً

" اگرہمیں کسی بات کی ضرورت پڑتی توہم اسے حدیث کے طورپر مشہورکردیتے "۔

اس کو دورے لفظوں میں یہ یوں بیان کیا:

" اذاراینارای جعلنا حدیثاً"۔

" اگرہماری کوئی خاص رائے ہوتی توہم اُسے ای حدیث بنالیتے "۔

ضدین اورمخالف احادیث کی موجودگی کی وجہ سے مختلف فرقوں کی دینی رسوم کا اختلاف پیدا ہوا۔

مشکوات میں اس کی عمدہ مثال ملتی ہے وہا ں ایک صحیح حدیث ویل بن حجر سے اس مطلب کے لئے ہے۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاسحد وضع رکبیبه قیل یدیه واذانهن رفع یریه قبل رکبتیه۔

" میں نے رسول کودیکھا جب اُنہوں نے سجدہ کیا تواُنہوں نے اپنے دونوں گھٹنے اپنے ہاتھوں کے آگے رکھے "(یعنی اُنہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے سے پیشتر گھٹنے ٹیکے۔ اورجب وہ سجدے سے اٹھے تواپنے گھٹنوں سے پیشتر اپنے ہاتھ اٹھائے "۔ برعکس اس کے ایک دوسری حدیث میں ہے۔ اوروہ صحیح بھی ہے۔

"قال (ابوہریرہ)قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاسجد احدکمه فلا یبرک البعیر ولیضع یدیه قبل رکبتیه۔

---

[1] مشکوات المصابیح دیباچہ صفحہ ۵۔

" ابوہریرہ نے کہا رسول خدا نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو وہ اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ وہ اپنے گھٹنوں سے پیشتر اپنے ہاتھوں کورکھے (یعنی اپنے سامنے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے) ان نقیض حدیثوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ، شافعی اوراحمد بن حنبل ویل کی حدیث پر چلتے ہیں اوراپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھنے سے پیشتر گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ برعکس اس کے مالک اورعوض ابوہریرہ کی حدیث پر عمل کرتے ہیں اوراپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کورکھتے ہیں۔

یہ ذکر کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ کتاب ہدایہ جوچارجلدوں میں اظہارالحق کے جواب میں تصنیف ہوئی اُس کے مصنف نے اسلام کے دینی فرائض کے متعلق نوے سے زیادہ نقیض احادیث کا شماردیا ہے[1]۔

دوسری قسم کی حدیثیں جن میں دینی تعلیم کا ذکر ہے جومابعد زمانے میں پیدا ہوگئیں۔ وہ حدیثیں ہیں جو حضرت محمد کی وفات کے بعد پیدا شدہ فرقوں نے اپنی اپنی خاص تعلیم کی تائید میں پیش کئیں مثلاً ایک حدیث جوابن عباس سے منسوب ہے یہ ہے:

" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضفان من امتی لیس لهما فی الا سلام نصیب المرجیه والقدریته "۔

" رسول خدا نے کہا کہ میری اُمت کے دوفرقوں کو اسلام میں کوئی حصہ نہ ہوگا یعنی مرجیہ اورقدریہ کو"[2]۔

تعلیم اوربحث کے مضامین کے بارے میں موضوع احادیث یہاں تک شمار میں بڑھ گئیں کہ کسی نے ازارہ ظرافت یہ کہا کہ خود یہ حدیثیں اسلام کے مابعد مباحثوں کی کچھ کم معتبرتاریخ نہیں۔ کتابوں اورحدیثوں کا یہ انبار اختلاف ونقص کا انبا رہے جوآج تک ان مجموعوں میں پایا جاتا ہے جوبخاری ہے۔ مسلم وغیرہ سے منسوب ہیں سرولیم میور نے اپنی کتاب" حیات محمد" میں اس مضمون کا ذکر کرتے وقت مثال کے طورپر یہ تحریر کیا" بیسیوں شخص اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت محمد خضاب لگاتے تھے۔ جن چیزوں سے خضاب کرتے اُن کا ذکر آتا ہے۔ بعضوں نے اتنا

---

[1] الهدایا۔ جلد دوم صفحہ ۳۰۸ سے ۳۱۹۔

[2] مشکوات المصابیح کتاب الایمان

کہنے پر ہی کفایت نہ کی کہ حضرت محمد کی حین حیات میں اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے اُن کوخضاب لگاتے دیکھا بلکہ حضرت محمد کی وفات کے بعد اُن کے خضاب شدہ بالوں کو بھی دکھایا۔ لیکن بیسیوں دوسروں نے ویسے ہی معتبر ذریعوں سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت محمد نے اپنے بالوں کوکبھی خضاب نہیں کیا۔ بلکہ اُن کو ایسا کرنے کی ضرورت نہ ہی تھی کیونکہ اُن کے سفید بال اتنے تھوڑے تھے کہ اُن کو گن سکتے تھے[1]۔

ایسی حدیثوں کے وضع کرنے کاایک سرچشمہ مسلمانوں کا مسیحی قوموں سے ملنے کا اتفاق تھا۔ اس سے تاریخی مسیح کا اُن کو زیادہ علم حاصل ہوا مسیح کی شان وعظمت کا مزید اورروزافزوں علم ملاجیسا کہ اناجیل میں مندرج تھا۔ اس لئے یہ ضروری تھاکہ حضرت محمد کوآخری اورسب سے بڑا نبی ٹھہرائے۔ اس غرض سے حضرت محمد کو تقریباً اعجازی فوق العادت جلال میں ملبس کردیا۔ مسیح نے معجزے کئے تھے۔ حضرت محمد سے بھی معجزے منسوب کئے خدا کے فضل کے تخت کے سامنے مسیح شفیع اعظم تھا۔ ویسے ہی (قرآن کی آیات کے صریح خلاف) حضرت محمد کو شفیع اعظم ٹھیرایا۔ یہاں تک کہ ہر بڑا رسول اورنبی آخری روز اس بڑے اختیار کے لینے سے انکارکرے گا۔ اوراپنی کمزوری کا عذر پیش کرے گا،لیکن گنہگاروں کی واحد امید حضرت محمد پوری کردیں گے اورشفاعت کا عہدہ قبول کرلیں گے۔ ویسے ہی آسمانی جلال جومسیح کی پیدائش کے وقت بیت لحم کے گڈریوں پر ظاہرہوا۔ اُس کے بالمقابل یہ دکھایا گیا کہ حضرت محمد کی پیدائش کے وقت ایسا نورچمکا جس نے بصرہ سے شام تک سارے ملک کو روشن کردیا"۔ مسیح کے قبل از خلقت موجود ہونے کا بالمقابل " نورمحمد" کا مسئلہ پیش کردیا۔ اس کی اصلی ماہیت جوکہ ساری مخلوقات سے پہلے موجود تھی اورجس کی خاطر خدا نے ساری خلقت پیدا کردی۔ ناظرین خود دیکھ لیں گے کہ مابعد مصنفوں نے ان کا بیان کیسے مبالغ سے کیا چنانچہ غلام امام شدید کے مولود شریف کے اقتباس سے عیاں ہے " تم جو محمد کے چہرے کے مشتاق ہو اوراحمد کی زلفوں کے فریفتہ ہوجان لو اوربخوبی علم معلوم

---

[1] Muir's Life of Muhammad Intro PLIX

کرلو کہ نورمحمد ساری موجودات کا مبدا ہے اورساری موجودات کا اصل ہے۔ کیونکہ خالق عظیم کو یہ پسند آیا کہ اپنا جلال ظاہرکرے تواس نے سب سے پہلے اپنی وحدت کے نور سے حضرت محمد کا نورپیدا کیا اورنورمحمد سے ہرایک موجود شے کو۔ اب یہ جلیل شخص اسی وجہ سے خاتم النبین ہوگیا ہے کہ سورج کا طلوع چاند اور ستاروں کو بھگادیتا ہے ویسے ہی حضرت محمد کے دین کا جلالی باقی سارے دینوں کو منسوخ کردیتا ہے۔پس اگریہ قبل ازخلقت موجود نورا اپنی درخشندگی شروع میں ظاہر کردیتا تو سارے انبیاء اپنی رسالت کی عظمت سے محروم ہوکرکس مپرسی کی حالت جاپڑتے[1]۔

یہ اقتباس توزمانہ حال کی ایک تصنیف سے ہے ۔لیکن اس کی پشت پناہ وہ مشہورحدیثیں ہیں جوخود حضرت محمد سے منسوب ہیں اسی طرح قصص الانبیاء کے پہلے باب میں ایک قصہ بیان ہوا ہے اورایک سلسلہ راویوں کا اس کے ساتھ پیوستہ ہے۔ کہ چند مسلمان ایک دن حضرت محمد کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب اُن میں سے ایک جابر بن عبداللہ نامی نے یہ سوال پوچھاکہ خدا نے سب سے پہلے کون سی شے پیدا کی۔ توحضرت محمد نے جواب دیا کہ " خدا نے جواول شے پیدا کی وہ میرا نور تھا"۔ اوراُس کے بعد وہ عجیب وغریب قصہ مذکورہے کہ کیسے یہ نورایک ہزارسال تک سرگردان پھرا۔ اس سال کا ہرایک دن زمین پر کے ایک ایک ہزارسال کے برابر تھا۔ اورخدا کی حمد میں لگا رہا[2]۔

مسلمانوں نے سیدنا مسیح پر حضرت محمد کی فوقیت ثابت کرنے میں جو ہاتھ پاؤں مارے ہیں اُن کا مفصل ذکر ایس ڈبلیو کوئیل صاحب نے اپنی کتاب (Muhammad & Mohammedanism) میں کیا ہے۔صاحب موصوف نے اپنی اُس کتاب میں یہ لکھا کہ حضرت محمد کی جوتصویر احادیث نے کھینچی ہے وہ ابن آدم کی الہٰی خوبصورتی کے بالمقابل "ایک نفرت اورکفر انگیز تصویر ہے"۔ اوراُنہوں نے دکھایاکہ انجیل میں مسیح کی زندگی کا جواحوال مندرج ہے اس کی تقریباً ہر تفصیل کو مسلمانوں نے حضرت محمد کی زندگی میں دکھنے کی کوشش کی ہے۔

---

[1] Muir's Mohammedan Controversy p.77

[2] قصص الانبیاء صفحہ ۳

احادیث میں حضرت محمد کے ایسے معجزوں کا ذکر ہے جو محض فسانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت محمد کی انگلیوں کے مابین سے پانی بہ نکلنا۔ یااُس کے حکم سے خشک چشموں کا آنا۔ راستہ چلتے وقت درختوں اورپتھروں کا حضرت محمد کو سلام کرنا۔ یادوپہر کی دھوپ سے بچانے کےلئے اُن کے سرپرسایہ کرنا۔ لکڑی کے ایک ستون کا رونا کیونکہ حضرت محمد نے اُس پر تکیہ کرنے سے انکارکردیا تھا۔ اس کے اشارے سے دیوانے تندرست ہوجاتے۔بھوکے آدمیوں کے ہجوم کو ایک روٹی سے سیر کردیتے۔ اورمسیح کی تبدیل صورت اورفرشتوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے بالمقابل حضرت محمد کا معراج اورسارے آسمانوں کا سیر کرنا۔ اور عرش معلیٰ پر خود خدا تعالیٰ سے گفتگو کرنا بیان کیا گیا۔

احادیث کے وضع کرنے کی ایک اورصاف وجہ کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا۔پیشتراس سے کہ ہم حدیث کی صحت وقدر کے عام مضمون کو چھوڑیں۔ اوائل ایام میں اس امر کی ضرورت بھی محسوس ہوئی کہ قرآن کے بعض مقامات کے معنی سمجھ نہ آتے تھے اور حضرت محمد کی تاریخ میں بعض تفاصیل کی وضاحت درکار تھی۔ان دونوں اغراض کو ان احادیث کے ذریعے سے پورا کیا۔ مثلاً قرآن کے ہر مطالعہ کرنے والے کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ چند خاص مکاشفات کا تعلق حضرت محمد کے خاص رنج کے معاملات کے ساتھ تھا۔ اورایسے مکاشفات اکثر بہت مجمل اورمعما جیسے ہیں۔ اوراُن مقامات کے معنی دریافت کرنے میں قرآن کے تلاوت کرنے والے حیران وسرگردان ہوتے ہیں۔ ایسے مقامات کی تشریح کرنا مفسروں کا کام تھا۔ اوران مفسروں نے ان کی تشریح وتوضیح کے لئے ایسے حدیثوں سے مدد لی۔ اورجہاں ایسی حدیثیں دستیاب نہیں ہوئیں۔ وہاں وضع کرلی گئیں۔ غیر متعصب مسلمان صاحبان نے اس امر کو تسلیم کرلیا۔ مثلاً سرسید امیرعلی صاحب معراج کا ذکر کرتے ہوئے (جس میں کہتے ہیں کہ حضرت محمد نے رات کے وقت آسمانوں کا سفر کیا۔ یہ تحریر کیا)" یہ زمانہ بھی صعود کی مشہور رویت کے باعث مشہور ہے۔ اس کے ذریعہ شاعروں اور محدثوں کوسنہری خوابوں کا بے شمار مسالہ بہم پہنچا۔ اُنہوں نے قرآن کے سادہ الفاظ کو عمدہ عمدہ قصے کہانیوں سے

بھردیا"۔حضرت محمد کی تاریخ میں قصے کہانیوں کی تفصیل
کےلئے یہ مفسرہی ذمہ وار ہیں اوریہ تفصیلیں قرآن کی
تفسیروں میں اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ اسلام کے ایک
بڑے مغربی عالم نے یہ رائے ظاہر کی کہ حضرت محمد کی
سوانح عمری مستند سوانح عمریوں کے بغیر لکھی جائے۔
مثال کے طورپر قرآن سے ایک دومثالیں دینا یہاں نامناسب نہ
ہوگا جن سے ہم کو معلوم ہوجائے گا کہ حدیث نے اُن پر
کیسا بڑا طومار کھڑا کردیا ہے۔ حضرت محمد کے معراج کا بیان
قرآن کی سترھویں سورت کے شروع میں آیاہے۔ اوروہ یہ
ہے:وہ پاک ہے جواپنے بندے کوراتوں رات مسجد حرام سے
مسجدا قصیٰ تک لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں دے
رکھی ہیں کہ ہم اُن کو اپنے چند نشان دکھائیں"۔ قرآن کے
سارے مفسروں کا اُس پر اتفاق ہے کہ مسجد حرام سے مکہ
مراد ہے اورمسجد اقصیٰ سے یروشلیم کی ہیکل جواس مقام
میں قائم وموجود مان لی گئی ہے۔ سید امیر علی اوردیگر
معقول پسند مفسر اس واقعہ کورات کی ایک رویت سمجھتے
ہیں جوحضرت محمد نے دیکھی لیکن مفسروں نے اس امر کی
تشریح میں اس قدرخامہ فرسائی کی ہے کہ الامان۔اُن کے زعم
میں حضرت محمد نہ صرف بدن کے ساتھ براق پر (جوخچر
اورگدھے کے بین بین ہے)سوار ہوکر ایک رات میں مکہ سے
یروشلیم کو سفر کرگئےبلکہ خود آسمان کے مقدس میں جا
پہنچے۔وہاں فرشتوں نے اُن کو سلام وعلیکم کہااوراُس کے بعد
وہ خاص حضوری باری تعالیٰ میں جاپہنچے۔ تفسیروں
اوراحادیث کی کتابوں میں اس کی عجیب وغریب تفصیل
بیان ہوئی ہے اورلکھا ہے کہ حضرت محمد ن نہ صرف خودخدا
تعالیٰ سے کلام کیا بلکہ بہت نبیوں سے جواُن سے پیشتر انتقال
کرچکے تھے۔ خدا سے جوکلام اُنہوں نے کیا اُس کی کچھ کیفیت
مشکواتہ کے اس اقتباس سے ظاہر ہوسکتی ہے:

فتح فلما خلفت فاذآ موسیٰ قال ھذا موسیٰ فسلم علیہ
فسلمت علیہ فردثمہ قال مرحباً بالاخ الصالح والنبی الصالح
فلما جاورت بکی قیل لہ مایبکیک قال ابکی لان غلاماً بعث
بعدی یدخل الجنتہ من امتہ اکثرممن یدخلھا من امتی"۔

" تب اُس نے (چھٹے آسمان کا دوازہ)کھول دیا۔ اور
جب میں داخل ہوا تودیکھو موسیٰ (جبریل نے) کہا۔یہ

موسیٰ ہیں۔ اس لئے اُسے سلام کر۔ پس میں نے اُسے سلام کیا اوراُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا اے صالح بھائی اورصالح نبی اورجب میں اُن کے پاس سے گذرا تو وہ روپڑے۔ اوراُن سے پوچھا گیاکہ وہ کیوں روپڑے؟ تواُنہوں نے جواب دیاکہ میں اس لئے رویاکیونکہ یہ لڑکا(یعنی محمد) میرے بعد بھیجا گیا۔ میری اُمت کی نسبت اس کی امت کے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے"(مشکوات المصابیح باب المعراج)۔

قرآن میں شق القمر کا جوذکر آیاہے اس پر بھی مفسروں نے بیشمار حاشئے چڑھائے ۔ اورقرآن میں اُس کا صرف یہ بیان مندرج ہے" ساعت نزدیک آگئی اورچاند شق ہوگیا"۔ اکثرذی فہم مفسروں نے یہ تشریح کی ہے کہ یہ واقعہ آئندہ کو قیامت کے دن وقوع میں آئے گا۔کیونکہ قیامت کے نشانوں میں سے یہ ایک نشان ہے۔ لیکن فسانہ پسندوں کویہ اعتدال پسند نہ آیا اوراُس سے اُن کی تشفی نہ ہوئی۔ اورایسے نادان اورفسانہ پسند مفسر برپا ہوگئے جنہوں نے اسکی تفصیل اورموقعہ وغیرہ کا بیان بڑے مبالغ کے ساتھ کیا۔ اور کہاکہ اہل عرب نے حضرت محمد سے معجزے کا تقاضا کیا۔اس تقاضا کوپورا کرنے کےلئے حضرت محمد نے چاند کے دوٹکڑے کردئیے۔ جن میں سے ایک ٹکڑا تو پہاڑ کی ایک طرف دکھائی دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف[1] سیرت النبویہ میں تواس کو حد تک پہنچادیا"۔

ان القمر دخل فی حبیب النبی صلی اللہ علیہ وسلمہ وخرج من کمہ۔

" چاند حضرت محمد کی جیب میں داخل ہوا اوراُن کی آستین میں سے نکل آیا"۔

مسلم کے ایک مشہور مفسر نواوی نامی نے ایک حدیث کا ذکر کیا جس میں یہ قصہ کچھ اختلاف کے ساتھ یوں آیا ہے۔ کہ دوآدمی قمر کے شق ہونے پر اصرارکررہے تھے:

فقال احدھما انشق فرقتین دخلت احد ھما فی کمہ وخربت من الکم الاخر۔

" اوراُن میں سے ایک نے بیان کیاکہ یہ شق ہوکر دوٹکڑے ہوگیا۔ اُن میں سے ایک ٹکڑا حضرت محمد کی ایک

---

[1] خلاصتہ التفسیر جلد چہارم صفحہ ۳۲۱

آستین میں سے ہوکر دوسری آستین میں سے نکل گیا"۔ اس لئے یہ جائے تعجب نہیں کہ معقول پسند مسلمانوں کو الہام کی ایسی دُرگت بنانے سے شرم آئی اوراُس کی تردید کرنا اُنہوں نے اپنا فرض سمجھا۔

قرآن کے جن مقامات نے مفسروں کو حیران وپریشان کیا اُن میں سے ایک مقام یہ ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (سورہ احزاب آیت ۴۲)۔

"وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے۔ اوراس کے فرشتے تاکہ خدا تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جائے" بعض مفسروں کو یہ مشکل پیش آئی کہ خدا کیسے درود (یصلی) بھیجتا ہے۔ اس لئے اُنہوں نے اس لفظ کا ترجمہ برکگ کیا۔ اوریہ مانا گیا کہ اس لفظ کے یہ معنی ہوسکتے ہیں۔ لیکن بعض دیگر محمدی علماء نے یہ دیکھ کر کہ نمازیادعا کے لئے یہ لفظ عام طورپر آیا ہے اس لئے اُن کو ایسی حدیث کی تلاش پڑی جس میں خدا کے نماز پڑھنے کا ذکرہو۔ چنانچہ سیرت الحبیبیہ میں معراج کے بیان میں اُن کو حسب منشا حدیث مل گئی جس میں یہ لکھا ہے کہ

سمعت مناد یا ینادی بلغتہ تشبہ لغتہ ابی بکر فقال لی قف فان ربك یصلی۔

"پھر میں نے ایک مناد کو ایسی آواز میں منادی کرتے سنا جس کی آوازابوبکر کی آواز سے ملتی تھی۔ جس نے مجھے یہ کہا چپ ہوکر کھڑا رہ کیونکہ تیرا رب دعا مانگ رہا ہے" جب حضرت محمد کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ کیا خدا بھی دعا مانگا کرتا ہے تواُن کو یہ کلام سنائی دیا" میں صرف یہ کہتاہوں کہ میری حمد ہو۔ میری حمد ہو!میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لے جاتی ہے۔ بعد ازاں اس حدیث کو قرآن کی مذکورہ بالا آیات سے تعلق دینے کےلئے حضرت محمد کو یہ پڑھنے کا حکم ملا"۔ وہ تیرے لئے دعا کرتا ہے وغیرہ[1]۔

جس کتاب میں یہ قصہ مندرج ہے اُس میں خدا کے دعا مانگنے کے بارے میں اورحدیثیں بھی مذکورہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے

[1] سیرت الحبیبیہ جلد اول صفحہ ۳۴۳۔

پوچھا کہ کیا خدا دعا مانگا کرتا ہے۔ جب موسیٰ اس کا جواب نہ دے سکا تووہ رودیا۔ اس لئے اُس کو تسکین دینے کی خاطر خدا نے اپنے دعا مانگنے کا اُس کو یقین دلایا!

اکثر مسلمان اسی قسم کی باتوں کو آج تک مانتے چلے آئے ہیں اوراسلامی حدیثوں نے جن میں سے اکثر تہذیب سے ایسی گری ہوئی ہیں کہ اُن کا ترجمہ کرنا بھی مناسب نہیں قرآن کی جگہ غصب کرلی ہیں اورہزارہا مردوزن کوایسی اخلاقی اورمعاشرتی شریعت میں جکڑ بند کردیا ہے جس کا الہٰی الہام سے کچھ علاقہ نہیں وہ تومہابھارت کے فسانے سے ہیں۔

مابعد ابواب میں ایسی حدیثوں کی ہم اوربھی مثالیں پیش کرینگے جو سامی نسل کے دماغ کی اختراع ہیں۔

اب ہم ناظرین سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اسلامی احادیث کی سند اورصحت کی شہادت پرہمارے ساتھ مل کر غورکریں۔ اس امر میں ہم صرف تقریباً وہی شہادت پیش کرینگے جوعلمائے اسلام نے پیش کی ہے۔

دوسرا باب

حدیث کی سند اورصحت

احادیث کے پیدا ہونے کا ذکرہم نے پہلے باب میں کیا تھا اوریہ بھی بتایا تھاکہ کن خاص وجوہات سے حضرت محمد کے ان اقوال کو یہ سند اوراعتبار حاصل ہوا جس کی وجہ سے ان کا درجہ تقریباً قرآن کے برابر سمجھا گیا۔ ہم نے یہ بھی ظاہر کیا کہ گوحضرت محمد کو یہ پسند نہ تھا کہ اُن کے اقوال کو کوئی قلمبند کرے توبھی اُنہوں نے اُن کے سینہ بہ سینہ رواج کی تائید وتحریک کی۔ اگرمذکورہ بالا احادیث جن سے اقتباس کیا گیا صحیح مانی جائیں تویہ یقین بھی اُنہوں نے ہی دلایا کہ اُن کے الفاظ کو محض شخصی رائے سے کچھ زیادہ قدرکے لائق سمجھیں۔ لیکن ایسے بیانات پر حد سے زیادہ زوردینا دانائی میں داخل نہ ہوگا۔ خود حضرت محمد نے مفصلہ ذیل الفاظ میں ظاہرکردیاکہ احادیث کا درجہ قرآن سے ادنی تھا:

کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام ینسخ کلامی۔

"میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ لیکن خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے"۔ لیکن ساری دنیا میں اہل اسلام کی ایک بڑی جماعت نے احادیث کو الہامی مان لیا ہے اورایمان وعمل کے لئے اُن کو قانون ٹھہرایا ہے۔ آل قسطلانی نے جورائے ظاہر کی وہ عموماً اہل سنت وجماعت کی عام رائے ہے" فی الحقیقت نبی کے سنه کا علم قرآن کے بعداعلیٰ درجه اور افضل رتبه رکھتا ہے۔کیونکه اس پر اسلامی شریعت کا حصر ہے اوراسی کے وسیلے قرآنی آیات کا تفصیلی بیان مل سکتا ہے۔ اورکیوں ایسا نه ہو جب که اس کا چشمه شخصی آروزکا اظہارنہیں بلکه یه توالہامی مکاشفه ہے[1]۔

حضرت محمد کے نه صرف اقوال بلکه اعمال بھی الہٰی سند کا حکم رکھتے ہیں اوراُن کی تقلید کرنا ہر ایمان دارکا فرض ہے۔ اس کا نتیجه یه ہوا که حضرت محمد کے اوضاع واطوار کےبارے میں بیشمار چھچھوری چھچھوری حدیثیں پیدا ہوگئیں ۔ مثلاً که مسواک کیسے کرتے اورغسل کاکیا طریقه تھا وغیرہ۔اوراس پر بڑی لمبی لفظی بحث ہوتی رہی که نماز سے پیشتر وضو کے وقت داہنا پاؤں پہلے دھونا چاہیے یا بایاں پاؤں۔ اس جوش مذہبی میں اُن کے ابتدائی شاگرد اپنے رسول سے بھی چند قدم آگے نکل گئے۔ کیونکه ایسی حدیثیں موجود ہیں اوروہ بھی مستند کتابوں میں جن سے کم ازکم اتنا تو معلوم ہوتا ہے که حضرت محمد کے نزدیک ایسی تقلید لازمی نه تھی بلکه اُن کے اختیارمیں تھا که کسی رسم کو بدل ڈالیں یا حسب منشا کوئی نئی رسم قائم کردیں۔ چنانچی بخاری نے اس مضمون کی ایک حدیث لکھی جس میں بیان ہے که حضرت محمد نے یه کہا:

لولا ان اشق علیٰ امتی لا مرتھمه بالسواک مع کل صلاته۔

"اگرمجھے اپنی اُمت کی تکلیف کا خیال نه ہوتا تومیں اُن کویه حکم دیتا که ہرنماز سے پہلے وه اپنے دانتوں کو صاف کریں[2]۔

کھجور کے درخت کے پیوند کو ایک دفعه انہوں نے منع کیا اس کا ذکر مشکوات میں آیا ہے که جب حضرت محمد مکه سے ہجرت کرکے مدینه میں پہنچے تواُنہوں نے اس دستور

---

[1] شرح صحیح الامام البخاری جلد اول صفحه ۳

[2] زبدته البخاری ۔ صفحه ۵۲

کو جو اُن اطراف میں عام تھا منع کردیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس سال کھجور کی فصل بہت کم ہوئی ۔ اورجب مسلمانوں نے اس کا ذکر حضرت محمد سے کیا تو کہتے ہیں کہ اُنہوں نے یہ فرمایا:

انما انا بشر اذا امرتکمہ بشئی من امردینکمہ فتخذدا بہ واذا امرتکم بشئی من رائی فانما انابشر۔

" میں توصرف بشر ہوں اس لئے جب میں تمہیں تمہارے دین کے متعلق کچھ حکم دوں تواُسے مان لو اورجب میں اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تب میں درحقیقت بشرہی ہوں[1]۔

ہمارے سامنے دہری قسم کا سوال ہے۔ اول تویہ کہ حضرت محمد کے اقوال وافعال کی تعمیل کہاں تک لازمی تھی۔ کہاں تک انہیں الہٰی سند اورتعمیل کا معیارسمجھیں۔ دوم یہ کہ احادیث کے جومستند مجموعے پائے جاتے ہیں اُن کی حدیثوں کو کہاں تک حضرت محمد کے اقوال وافعال کا معتبر بیان مانیں ۔ جن دوحدیثوں کو ہم اوپربیان کرآئے ہیں اُن سے حضرت محمد کے منشا کا کچھ پتا لگ سکتا ہے۔ یقیناً اُن کا ہرگز یہ منشا معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کے ہر فعل وقول کو ہدایت الہٰی کے تحت میں لائیں۔ مفصلہ ذیل قصے جسے ابن مسعود نے بیان کیا قطعی طورسے یہ ظاہرکرتا ہے کہ حضرت محمد اپنے تئیں محض بشرہی سمجھتے تھے اوربشریت کی کمزوریوں میں شریک تھے ۔ وہ قصہ یہ ہے:

کسی موقع پر حضرت محمد نے ظہر کی نمازمیں پانچ رکعتیں ادا کیں۔ اس لئے کسی نے اُن سے سوال کیا کہ چار رکعتوں کی جگہ پانچ رکعتیں ہوگئی ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تمہارا منشا کیا ہے؟ اُس نے جواب دیاکہ آپ نے پانچ رکعتیں ادا کی ہیں۔ پھر سلام کے بعد حضرت محمد نے دورکعتیں ادا کیں اوریہ کہا:

انما اناشرمثلکم النسیٰ کما تنسون فاذا النسیت فذکرونی۔

---

[1] مشکوات المصابیح ۔ کتاب الایمان۔

" تحقیق میں توتمہاری طرح بشرہی ہوں۔ میں بھی تمہاری طرح بھول جاتاہوں۔ اس لئے جب میں بھول جاؤں توتم مجھے یاد دلا یا کرو[1]۔

اوراگر یہ بھی ثابت ہوجائے کہ حضرت محمد کا یہ منشا تھاکہ اُن کی اُمت اُن کی زندگی کے ہر قول وفعل کو اپنا دستور العمل اورنمونہ بنالیں توبھی اکثر احادیث کے اعتبار کی شہادت ایسی ضعیف ہے کہ ہم یقینی طورسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُن میں حضرت محمد کے اقوال وافعال ٹھیک طورسے مندرج ہیں ۔ ہم نے (صفحہ ۳) پربیان کیا کہ بعض متواتر حدیثیں ہیں جن کوراویوں کے چند سلسلوں نے ہم تک پہنچادیا اورجن کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ سبھوں کے نزدیک مسلم ہیں۔ اورعلمائے اسلام کا یہ خیال ہے کہ ایسی حدیثیں صرف پانچ ہیں۔ اس امر سے بخوبی واضح ہے کہ باقی احادیث کی شہادت شبہ سے مبرا نہیں[2]۔

حضرت محمد کے ایک مشہور مقولے کا ذکر گذشتہ باب میں مذکورہوا جس کے ذریعے سے بہت سی مروجہ احادیث غلط ثابت ہوتی ہیں۔ وہ مقولہ یا قانون یہ تھاکہ ہرحدیث کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ جوحدیث قرآن کے مطابق ہے وہ درست ہے اورجو اُس کے مطابق نہیں وہ غلط ہے۔ پس ہر حدیث کا صحیح وغلط ہونا قرآن کی مطابقت اورغیر مطابقت پر موقوف ہے۔ حضرت محمد کے الفاظ یہ ہیں:

انه سيفشوعنى احاديث فما اتكمه من حديثى فاقر واكتاب الله واعتبرو فما وافق كتاب الله فانا قلته ومالمه يوافق كتاب الله فلمه اقله۔

" تحقیق میری نسبت احادیث رواج پاجائیں گے۔ اس لئے میری حدیثوں میں سے جوحدیث تمہارے پاس پہنچ توخدا کاکلام (قرآن) پڑھو اوراس پرخوب غورکرو اوردیکھو کہ جوحدیث کلام خدا کے مطابق ہے وہ تومیری طرف سے ہے۔ اورجوخدا کے کلام کے مطابق نہیں وہ میری طرف سے نہیں[3]۔

---

[1] مشکوات االمصابیح ۔ کتاب الصلوات

[2] Dictionary of Islam

[3] منتخب کنزالاعمال جلد اول صفحہ ۱۰۱۔

ایک دوسری حدیث اسی مقام میں مذکور ہے جس میں روایت ہے کہ حضرت محمد نے فرمایا" میری حدیث کا مقابلہ قرآن سے کرو۔ اگروہ اُس کے مطابق ہوتو تووہ میری طرف سے ہے اورمیں نے اُسے کہا"۔

ابن ماجہ نے ایک عجیب روایت حضرت محمد کے بارہ میں بیان کی کہ اُنہوں نے فرمایا:

اقرا اقرانا ماقبل من قول حسن فانہ قلتہ۔

"قرآن کو پڑھو۔ جواچھا قول کیا گیا وہ میں نے کہا[1]۔

الہدیٰ مفسر نے اس کی یہ تشریح کی:

اقرا اقراناً حتی تعرف بہ صدق ہذا الحدیث من کذبہ۔

" قرآن کو پڑھو کہ اُس کے ذریعے سے تم کو اس حدیث کی صداقت اُس کے کذب سے معلوم ہوجائے"۔

غالباً حضرت محمد کی حین حیات ہی میں جعلی احادیث کا رواج ہونے لگا۔ اوربہرحال حضرت محمد نے باربار اپنی امت کو مابعد جعلی احادیث کے بارے میں آگاہ کردیا تھا۔ ایسی بہت سی آگاہیاں ہم تک پہنچی ہیں۔ مسلم میں ان میں سے چند مندرج ہیں۔ اس لئے مثال کے طورپر ان میں سے ایک یادو کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہ ان قال سیکون فی آخر امتی اناس محد ثونکمہ مالمہ تسمعوا انتمہ والا باؤکمہ فایاکمہ وایا ھمہ۔

" ابوہریرہ نے رسول اللہ سے یہ روایت کی کہ اُنہوں نے فرمایاکہ میرے بعد اُمت میں ایسے لوگ ہونگے جو تم سے ایسی باتوں کا بیان کریں گے جونہ تم نے سنیں اورنہ تمہارے باپ دادوں نے۔ ایسے لوگوں سے خبرداررہو[2]۔

ایک دوسرا قول حضرت محمد کا یوں آیا ہے:

یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکمہ من الاحادیث بما لمہ تسمعوا انتمہ والاباؤ کم فایاکم وایا ھم لا یضلونکمہ ولا یفتنوکمہ۔

" مابعد زمانوں میں فریب دینے والے۔ جھوٹ بولنے والے برپاہونگے جوتم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ

---

[1] ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۷

[2] صحیح مسلم جلد اول صفحہ ٦

تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادوں نے ۔ اسلئے اُن سے خبردار رہو کہ وہ تم کو بھٹکا یاگمراہ کردیں"۔

الجامع الساغر میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ایسی حدیثوں کا شمار تھوڑا نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت محمد کی نسبت یہ روایت ہے:

ایاکمہ وکثرت الحدیث۔

"ایسی بہت حدیثوں سے خبردار ہوجن کولوگ مجھ سے منسوب کریں گے[1]۔

حضرت محمد کا یہ اندیشہ بے بنیادنہ تھا۔ کیونکہ یہ تو صریح ثابت ہے کہ ابھی حضرت محمد نے وفات بھی نہ پائی تھی کہ ہزاروں جعلی حدیثیں مروج ہوگئیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہیں کہ جعلی حدیثوں کے بنانے والے مابعد زمانے کے لوگ ہی نہ تھے ۔ برعکس اس کے حضرت محمد کے عین اصحاب نے ہی ایسی بہت ساری حدیثیں موضوع کرلیں بلکہ جولوگ اپنے زمانے میں متقی کہلاتے تھے۔ اُنہوں نے غالباً اس اصول پر کہ اگرمقصد نیک ہوتو جووسیلے اس مقصد کے لئے استعمال کئے جائیں وہ خود بخود نیک ٹھہریں گے۔ اپنے سے کم متقیوں کی طرح بہت جعلی حدیثیں پیدا کردیں۔ اس مقصد کی ایک حدیث مسلم میں مندرج ہے:

حد ثنی محمد بن ابی عتاب قال حدثنی عفان عن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان عن ابید قال لمہ نراالصالحین فی شيي اکذب منھمہ فی الحدیث۔

" محمد بن ابی عتاب نے مجھ سے روایت کی کہ عفان نے محمد بن یحییٰ بن سعید القطان نے مجھ سے روایت کی۔ اوراُن سے اُن کے والد نے روایت کی کہ اُس نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھاکہ متقی لوگ اتنا جھوٹ بولتے ہیں جتناکہ اُنہو ں نے حدیثوں میں بولا ہے[2]۔

ایسے چند متقیوں کا ذکر جنہوں نے جعلی حدیثیں موضوع کیں مسلم میں آیا ہے ان میں سے ایک کا نام عباد بن کثیر تھا۔ اُس کی نسبت یہ کہا جاتاہے۔ کہ جب وہ حدیث بیان کرتا تھا وہ اُن میں اہم معاملات کا بیان کرتا تھا لیکن روای یہ کہتا ہے:

---

[1] الجامع الساغر۔ جلد اول صفحہ ۱۰۱۔

[2] صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۸

اذا کنت فی مجلس ذکر فیه عباداثنیت علیه فی دینه واقوال لاتا خذواعنه۔

"جب مجلس میں تھا توعباد کا اس میں ذکر ہوتومیں نے اُس کے دین کی بابت اس کی تعریف کی لیکن میں نے کہا کہ اُس سے حدیثوں کو تسلیم نہ کرو[1]"۔

ایک دوسرا دیندار حدیثوں کو وضع کرنے والا زیاد بن عبداللہ تھا۔ اس کی نسبت یہ روایت ہے:

زیادبن عبداللہ مع شرفہ یکذب فی الحدیث۔"

"زیاد بن عبداللہ باوجود اپنی عزت وشہرت کے احادیث میں جھوٹ بولتا ہے[2]۔

ابن عباس حضرت محمد کے اصحاب میں سے تھا۔ مفصلہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد کی حین حیات میں جعلی حدیثیں موضوع کی جاتی تھیں۔ مسلم میں اس کا یوں بیان ہوا ہے" مجاہد سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ بشیر العادی نے عباس کے پاس جاکر ایک حدیث سنانی شروع کی اوریہ کہا کہ" رسول خدا نے فرمایا۔۔۔۔۔۔" مگر ابن عباس نے نہ تو اس حدیث کی طرف توجہ کی نہ اُس شخص کی طرف نگاہ اٹھائی اس لئے اُس نے کہا۔ اے ابن عباس میں نے کیا کیا ہے کہ تو میری حدیث کی طرف توجہ نہیں کرتا جوکہ رسول خدا کی طرف سے روایت کررہاہوں؟ ابن عباس نے جواب دے کر کہا کہ ایک زمانہ تھا کہ جب کوئی رسول خدا کا نام لے کر کسی حدیث کو بیان کرتا تو ہم آنکھیں اٹھاکر اُسکو دیکھتے اورکان کھول کر اُس کی سنتے لیکن اب جب کہ لوگ صدق اور کذب میں کچھ امتیاز نہیں کرتے توہم آدمیوں کی کسی بات کو نہیں سنتے جب تک کہ ہم کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ صحیح ہے[3]۔ مسلم میں اسی قسم کی اورحدیثیں بھی آئی ہیں اورابن ماجہ نے بھی اُن کو کچھ اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ابوبکر جوحضرت محمد کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے اورنہایت معتبر اصحاب میں سے تھے اس امر کی شہادت دیتے

---

[1] صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۸

[2] ترمذی جلد اول صفحہ ۲۰۳

---

[3] صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۷

ہیں کہ جعلی اورنقیض حدیثیں اس وقت مروج تھیں۔ چنانچہ مراسل بن ابی ملکیت سے یہ حدیث ہے:

ان الصدق جمع الناس بعد وفات نبہیم فقال انکم تحد ثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث مختلفون فیہا والناس بعد کمہ اشد اختلافا تحدثوا عن رسول اللہ شیئاً فمن سالکم فقولوا بیننا وبینکم کتا ب اللہ فاستحلوا حلالہ وحرمو احرامہ۔

"تحقیق الصدیق (یعنی ابوبکر) نے رسول کی وفات کے بعد جمع کرکے یہ کہا۔ تحقیق تم رسول خدا کے بارے میں ایسی حدیثیں بیان کررہے ہیں جوایک دوسرے کی نقیض ہیں اورتمہارے بعد جواورلوگ پیداہونگے وہ اس سے بھی بڑھ کر اختلاف کریں گے اس لئے رسول خدا کےبارے میں کسی امرکی روایت نہ کرو۔ اوراگرکوئی تم سے کچھ پوچھے تویہ کہہ دے۔ خدا کی کتاب (یعنی قرآن) ہمارے درمیان ہے۔ اس لئے جوکچھ اس میں حلال ہے اُس کو حلال سمجھو اورجوکچھ اُس میں حرام ہے اُس کو حرام سمجھو[1]۔

اسی طرح سے حضرت عمر نے حدیثوں کے بیان کرنے سے لوگوں کوروکا۔ کیونکہ اُنہیں معلوم تھاکہ بیشمار موقعے لوگوں کو ملتے ہیں کہ جعلی حدیثیں گھڑلیں یاجوصحیح ہیں اُن کو بدل ڈالیں۔ چنانچہ ابن قتادہ سے یہ روایت ہے کہ " عمر نے بڑے زور سے اُن لوگوں کو ملامت کی جوحدیثوں کی تعداد بڑھاتے جاتے تھے یا شریعت کے بارے میں ایسی خبر پیش کرتے تھے تھے جس کا کوئی گواہ نہ تھا اوروہ اُنہیں یہ تاکید کیا کرتے تھے کہ تھوڑی حدیثیں بیان کیا کریں جس سے اُن کا یہ منشا تھا کہ لوگ حدیثوں کی تعداد نہ بڑھائیں اوراُن میں صدق وکذب کو خلط ملط نہ کردیں۔ مبادا لوگ اسنا کو بگاڑدیں۔

مذکورہ بالا بیان کی طرف سے ہٹ کر چند ایسے اصحاب کی طرف توجہ کرنا جن کی تمیز ایسی مُردہ نہ تھی باعث مسرت ہے۔ ایسے اصحاب میں سے ایک عبداللہ بن جبیر تھا۔ اُس کی نسبت یہ روایت ہے کہ کسی نے اُسے کہا:

انی الا سمعک تحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہ کما یحد ث فلان وفلان فقال اما انی انارقتہ ولکن سعمتہ یقول من کذب علی فلیتوامقعد ہ من النار۔

---

[1] توجیہ النظرابی اصول الاثرصفحہ ۱۲

" فلان فلان اشخاص جیسی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ آپ کو میں نے ایسی کوئی حدیث بیان کرتے نہیں سنا۔ اس نے جواب دیا کہ ۔ میں رسول اللہ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن میں نے اُن کو یہ کہتے سناکہ جومیری نسبت کچھ جھوٹ موٹ بیان کرے اُسکا ٹھکانہ آگ میں ہوگا[1]۔ کچھ اختلاف کے ساتھ اس حدیث کا ذکر ابن ماجہ نے کیا ہے۔ (دیکھو جلد اول صفحہ ۱۰)۔ ابن ماجہ کے مفسر الہادی کی شرح بہت مفید ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جوامر مجھے حدیثیں بیان کرنے سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ لا پروائی اور غفلت کے باعث اس میں افراط اورتفریط کا اندیشہ ہے"۔

صحیح مسلم کے دیباچے میں چند اشخاص کے نام آئے ہیں جوجھوٹی حدیثوں کے گھڑنے میں مشہورتھے۔ مثال کے طورپر اُن میں سے ایک یادوکاذکر بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً عمر ابن عبید۔ اس شخص نے الحسن سے روایت کرکے یہ کہا کہ جوشراب پی کر متوالہ ہوجائے اُسے کوڑے نہ لگائے جائیں۔ حجاج نے جواب دیا۔ تحقیق یہ جھوٹ بولا۔ کیونکہ میں نے الحسن کو یہ کہتے سناکہ جوشراب پی کی متوالا ہوا ہے اُسے کوڑے لگائے جائیں[2]۔

جھوٹی حدیثوں کا دوسرا بنانے والا الحسن بن امارت تھا۔ روایت ہے کہ جاریہ بن حزم نے کہا۔ الحسن سے حدیثیں روایت کرنا درست نہیں کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ " میں نے شعبت کو کہا کہ یہ کیوں؟ اُس نے کہا الحسن نے الحکم سے ایک بات کی روایت کی جس کی ہمارے نزدیک کوئی بنیاد نہ تھی۔ اُس نے کہا کہ میں نے اُس سے ذکر کیا کہ وہ کیا تھا۔اُس نے جواب دیا کہ میں نے الحکم کو کہا کہ رسول خدا نے اُن پر نماز پڑھی جوجنگ اُحد میں مقتول ہوئے تھے؟ اُس نے جواب دیاکہ حضرت محمد نے اُن پر نماز پڑھی ۔ لیکن الحسن بن امارات نے یہ کہا کہ گویا الحکم نے اُس سے یہ روایت کی تھی۔ اورالحکم سے مقصم نے اوراُس سے ابن عباس نے کہ رسول خدا نے اُن پر نمازپڑھی اوراُن کو دفن کیا[3]۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ الحسن نے نہ صرف یہ جھوٹی

[1] توجیہ النظر۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۱۱

[2] صحیح مسلم صفحہ ۱۱

[3] صحیح مسلم صفحہ ۱۱

حدیث اختراع کی بلکہ اُس کے مطابق اسناد کو بھی گھڑلیا! صحیح مسلم میں ایک اورشخص کا بھی ذکرآتا ہے جو کہا کرتا تھا کہ اُسے سترہزارحدیثیں یاد تھیں۔ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ اُس کی نسبت یہ عبارت آتی ہے:

اتہمہ الناس فی حدیثہ ونرکہ بعض الناس۔

" لوگوں کو اُس کی حدیثوں کی نسبت شبہ تھا اوربعضوں نے اُس کو ترک کردیا[1]۔

جعلی احادیث کے دیگر اختراع کرنے والوں کا بھی مسلم میں ذکر آیا ہے لیکن اُن کا یہاں بالتفصیل بیان کرنا مناسب نہیں ۔ البتہ اُن میں سے ایک ایسے شخص کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ یہ ابی ابن عوج تھا۔ ۱۵۵ ہجری میں اس شخص پر قتل کا فتویٰ دے گیا۔ لیکن اُس نے اپنے قتل ہونے سے پیشتراس امر کا اقرارکیا کہ اُس نے کم ازکم چا رجھوٹی حدیثیں اختراع کی تھیں اوراُن کو رواج دیا تھا[2]۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہرہوسکتا ہے کہ کہاں تک جعلی حدیثیں مروج ہوگئی تھیں۔ بخاری نے چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں لیکن اُن میں سے صرف ۷۲۷۵ کو معتبر سمجھ کر اپنی کتاب میں درج کیا۔ ویسے ہی مسلم نے تین لاکھ حدیثیں جمع کی تھیں لیکن اُن میں سے اُس نے صرف چارہزار معتبر سمجھ کر قلمبند کیں[3]۔ موطا ابن مالک کے عالم مفسر الزرقانی نے یہ کہا:

ان مالک روی مائتہ الف حدیث وجمع منہا الموطا عشرہ آلاف ثمہ لمہ یزل یعرمنہا اعلیٰ الکتاب والنستہ یخرھا بالاثاروالاخبارحتی رجعت الیٰ خمسائتہ۔

"تحقیق مالک نے ایک لاکھ حدیثیں بیان کیں جن سے اُس نے موطا کو تالیف کیا اوراُس میں اُس نے دس ہزار حدیثیں رکھیں۔ان کا مقابلہ اُس نے الکتاب اورسنہ سے کیا اور حدیثوں اورتاریخوں سے اُن کوپرکھا حتیٰ کہ اُن کا شمارپانسورہ گیا"[4]۔

---

[1] صحیح مسلم صفح ۱۰۔

[2] Macdonald's Muslims Theology.

[3] النوادی ۔ شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۳۸

[4] الزرقانی موطا جلد اول صفحہ ۸ کے حاشیہ پر

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان علماء نے وسطی راہ کو اختیار کیا یعنی جولوگ حدیثوں کی روایت کرنے سے بالکل پرہیز کرتے تھے مبادا اُن سے اُنکی روایت میں کچھ غلطی ہوجائے اوربرعکس اُن کے جواپنی اغراض کے لئے حدیثیں اختراع کرلیا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں کے بین بین رہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ بعضوں نے یہ کہا:

اذارو بنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحلال والحرام والسنن والاحکام شد دنا فی الاسانید واذارو ینا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فضائل الاعمال تساھلنا فی الاسانید۔

" جب ہم نے اپنے سے یہ روایت کی کہ فلاں حدیثیں حلال وہ حرام یا انبیاء کے عمل اور فیصلجا ت کے بارے میں ہیں تب ہمیں اُن کی اسناد کے بارے میں پختہ طورسے دریافت کرنا چاہیے۔ اگرہم سے یہ روایت کی جائے کہ رسول اللہ سے فلان حدیث نیک اعمال کے بارے میں پہنچی ہیں تب اسناد پر اتنا زوردینے کی چنداں ضرورت نہیں[1]۔یہ بھلے لوگ شریعت کے بدلنے کے تواس قدر خلاف تھے۔ لیکن " نیک اعمال" جیسے خفیف امورکی نسبت اُن کو چنداں پروا نہ تھی!

جعلی حدیثوں کا اختراع کرنے والا ایک مشہورشخص حضرت محمد کے اصحاب میں سے تھا۔ جواپنے لقب ابوہریرہ سے مشہورہے۔ اُس کی نسبت یہ روایت ہے:

ان ابوھریرہ صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحومن ثلاث سنین واکثر الرویتہ عنہ وعمر بعدہ نحومن خمسین سنتہ۔

" تحقیق ابوہریرہ رسول کے ہمراہ تین سال تک رہے اوراُس نے اُن کے بارے میں کثرت سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ اورحضرت محمد کے بعدیہ پچاس سال زندہ رہا[2]۔ ہم نے اس حدیث کی عبارت نقل کی ہے کیونکہ یہ ایک امراہم تھا۔ اس میں بہت صفائی سے بیان ہوا کہ یہ شخص حضرت محمد کی رفاقت میں صرف تین سال تک رہا۔ دوسرے لفظوں میں۔جیساکہ دیگر وسایل سے ثابت ہے۔ ابوہریرہ حضرت محمد کی وفات سے صرف تین سال پہلے مسلمان ہوا۔ لیکن

[1] اقتباس از Gardner’s Mohammedan Traditions and Gospel Record

[2] تاویل مختلف الحدیث صفحہ ۴۸

عجیب وغریب حدیثیں اس شخص سے منسوب ہیں جن سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے کثیر التعداد جعلی حدیثوں کو رواج دیا۔ توبھی یہ جائے تعجب ہے کہ باوجود اس امر کے بھی جتنی حدیثیں اس شخص سے منسوب ہیں اتنی کسی دوسرے شخص سے منسوب نہیں۔ نہ صرف اس نے اتنی حدیثوں کو اختراع کیا بلکہ ان کا چال چلن بھی کچھ مشتبہ سا ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ مفصلہ ذیل واقعہ سے اس کا پتا لگ سکتا ہے۔ روایت ہے کہ جب عمر خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے ابوہریرہ کو بحرائین کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن ابوہریرہ نے امانت میں کچھ خیانت کی جس کی وجہ سے وہ واپس بلالیا گیا۔ اورچونکہ اس نے دس یا بارہ ہزاردرہم کی سرکاری رقم کو غبن کرلیا تھا اس لئے وہ معزول کردیا گیا۔ آل بلادری نے قاصون بن سلام سے روایت کرکے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ خلیفہ عمر بحرائین سے واپس آنے پر ابوہریرہ کوملا تو ان لفظوں میں اس سے مخاطب ہوا۔ یاعد واللہ وعدوکتابہ اسرقت ماں اللہ" اے خدا کے دشمن اوراس کی کتاب کے دشمن کیاتو نے خدا کے مال میں سرقہ کیا؟[1] البتہ ابوہریرہ نے ایسے الزام کا انکار کیا لیکن وہ عمر کواپنی بریت کے بارے میں قائل نہ کرسکا اوریہ خیانت کا مال اُسے واپس کرنا پڑا۔

یہ امر قابل غور ہے کہ گوابوہریرہ حضرت محمد کی رفاقت میں صرف تین سال تک رہا۔ لیکن اُس نے ایسی کثرت سے حدیثیں بیان کیں کہ جو لوگ حضرت محمد کی رسالت کے شروع سے اُن کے ساتھ رہے تھے اُنہوں نے بھی اتنی بیان نہیں کیں۔ اس لئے یہ جائے تعجب نہیں کہ باربار یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ جعلی حدیثیں اختراع کیا کرتا تھا۔ اس کی اختراع کردہ حدیثوں کا اندازکچھ اس سے لگ سکے گا کہ ابن حنبل کے مسند میں جہاں حدیثوں کو راویوں کے مطابق تقسیم کیا ہے کہ کم ازکم ۳۱۳ صفحے ابوہریرہ کی حدیثوں سے سیاہ کئے گئے ہیں۔ اُن صفحوں کی اس تعداد سے اس خیال کا اندازہ بھی ہوسکے گا کہ حضرت محمد کے دیگراصحاب نے جوحدیثیں بیان کیں وہ کتنے صفحوں میں مندرج ہیں ۔ مثلاً علی بن ابوطالب کی حدیثیں صر ف پچاسی صفحوں میں آئی ہیں۔ عمر بن خطاب کی

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۹۰۔

حدیثیں اکتالیس صفحوں میں ابوبکر کی حدیثیں بارہ صفحوں میں۔ عثمان کی حدیثیں اٹھارہ صفحوں میں حالانکہ یہ لوگ حضرت محمد کے ساتھ بہت سالوں تک رہے۔ نہ صرف مدینہ کی فتوحات میں اُس کے شریک تھے بلکہ مکہ کی تنگی اورمصیبت میں بھی۔

کئی ایک بیانات میں ابوہریرہ پر حدیثوں کے اختراع کرنے کا الزام آیا ہے۔ یہاں اس کی صرف ایک یادومثالیں کافی ہوں گی۔ مثلاً یہ لکھا ہے ؛کہ

فلما اتی من الروایته مالمه یات بمثله من صحبته من جلته اصحابته والسابقین الاولین اتموہ وانکر وہ علیه وقالو اکیف سمعت هذاوحدك ومن سمعه معك۔

" جب وہ کسی ایسی حدیث کو لاتا جس کی مانند کہ وہ خاص لوگ نہ لاتے تھے جوحضرت محمد کے رفیق تھے اور ابوہریرہ سے مقدم تھے تو وہ اس پر شک کرتے تھے اوراس کو روک دیتے تھے اوریہ کہتے کہ یہ کیسے ہواکہ صرف تم نے ہی یہ حدیث سنی۔ کیا تمہارے سوا اورکسی نے بھی نہ سنی[۱]؟

بخاری نے بھی اسی مقصد کی ایک حدیث کا ذکر کیا ہے:
ان الناس یقولون اکثرابوہریرہ ۔

" سچ مچ لوگ یہ کہتے تھے کہ ابوہریرہ حد سے زیادہ حدیثوں کی روایت کرتا ہے[۲]۔

ابوہریرہ یہ عذر پیش کیا کرتا تھا کہ حضرت محمد کے خاص اصحاب اپنے دنیاوی امورمیں مصروف رہتے تھے۔ اورمیں رسول کے ساتھ رہتا تھا اوراس لئے اُن کی تعلیم سننے کا مجھے زیادہ موقعہ ملا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب سے لوگوں کی تشفی نہ ہوئی۔اس لئے ابوہریرہ نے ایک اور قصہ پیش کردیا جس سے کہ اس کی عجیب یادداشت کی وجہ ظاہر ہو۔

قلت یارسول اللہ انی اسمع منك حدیتاً کثیرا انساہ۔ قال ابسط رداك فبسطته قال فغرف بیدیه ثم قال ضمه فضمته فما نسیت شیئاً بعدہ۔

" میں نے کہا اے رسول خدا میں آپ سے بہت حدیثیں سنتاہوں۔ پربھول جاتاہوں۔ اُنہوں نے فرمایا اپنی

---

۱ تاویل مختلف الحدیث صفحہ ۴۸

۲ صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۲۳

روا پھیلا۔ اس لئے میں نے اسے پھیلادیا۔ پھر اُنھوں نے اُسے دونوں ہاتھوں میں لیا اورمجھے کہ اسکو اکٹھا کرلے۔ پس میں نے اُسے اکٹھا کرلیا۔ اوراُس کے بعد میں کبھی نہ بھولا"[۱]۔

النوادی شارح مسلم نے ذکرکیا ہے کہ ابوہریرہ ۵۳۷۴۰ حدیثیں جانتا تھا۔ توبھی بخاری نے اپنے مجموعہ میں صرف ۴۴۶ حدیثیں اُس کی طرف سے درج کیں[۲]۔ حدیث کی کتابوں میں اس شخص کی اختراع کردہ حدیثوں کی بہت مثالیں پائی جاتی ہیں ۔ طہارت کے بارے میں ابوہریرہ نے ایک گندی سی حدیث بیان کی تھی جس کی تردید عائشہ وحفصہ آنحضرت کی کی بیویوں نے کردی۔ اورجب ابوہریرہ سے دریافت ہوا تو اُس نے یہ کہا:

انما حد ثنی بذالك الفضل بن العباس فاشتہشد میتا واوھم الناس انه سمع الحدیث من رسول الله صلی الله علیه وسلم ولمه یسعمه۔

" سچ مچ فضل بن عباس نے اس کی روایت مجھ سے کی۔ لیکن (روای کہتا ہے) امر واقعی یہ ہے کہ اس نے ایک متوفی شخص کو شہادت میں پیش کیا اورلوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ اُس نے وہ حدیث حضرت محمد سے سنی تھی۔ لیکن اُس نے نہ سنی تھی[۳]۔ جس کتاب میں سے ہم نے ابھی اقتباس کیا وہ حضرت محمد کی وفات سے تقریباً تین سو برس بعد لکھی گئی۔ اس میں عمر، عثمان اورعلی کی بعض دیگر روایتوں کا ذکر ہے۔ جن میں ابوہریرہ کی حدیثوں کی تردید ہوتی ہے۔ آخری ایام میں خود ابوہریرہ نے اپنے اس قصور کو مان لیا اورابوسلمہ سے روایت ہے۔

قلته له اکنت تحدث فی زمان عمر ھکذا قال لوکنت احدث فی زمان عمرھا احد ثکم لضربنی بحفضته۔

" میں نے اس (ابوہریرہ) سے کہا۔ کیا توعمر کے زمانے میں بھی ایسی روایت کیا کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ

---

[۱] النوادی ۔ جلد اول صفحہ ۱۲۰۔

[۲] توجیہ النظرالی اصول الاثرصفحہ ۱۱

[۳] تاویل المختلف الحدیث صفحہ ۲۸

اگر میں عمر کے زمانے میں اسی طرح روایت کرتا جس طرح کہ تم سے کرتا ہوں تو وہ اپنے تیر سے مجھے پیٹ ڈالتے[1]۔

کتاب الحیوان میں خلیفہ ہارون رشید کے زمانے کا ایک قصہ آیا ہے کہ چند علما بغداد کی مسجد میں اسلامی شرع پر بحث کررہے تھے اس وقت ایک حنفی عالم نے ابوہریرہ کی روایت کردہ حدیث جو سند کے طورپر پیش کی گئی اعتراض کیا۔ اوراس کی یہ وجہ بتائی کہ جو کچھ اُس نے تحریر کیا اس پر جھوٹ کا شبہ کیا جاتا ہے ۔ توبھی عملی طورپر دنیا بھر کے مسلمان اس آدمی کو حضرت محمد کی حیات وتعلیم کے متعلق سند مانتے ہیں اورکسی سے ادنیٰ نہیں سمجھتے۔

دوسرا راوی جس کا ذکر اسناد میں پایا جاتا ہے وہ عبداللہ بن عباس ہے۔ یاجیسے عام طورپر ابن عباس لکھتے ہیں۔ سند میں کم ازکم ۱۶۰ صفحہ اس کی روایت کردہ حدیثوں سے پُرہیں۔

ابن عباس حدیث کے روایت کرنے میں ابوہریرہ سے دوم درجے پر ہیں اوراپنے زمانے میں قرآن کا پہلا مفسر تھا۔ فی الحقیقت وہ تفسیر قرآن کا باپ تھا اورسینکڑوں حدیثیں جن سے قرآن کی مشکل آیات پرروشنی پڑتی ہے اسی سے منسوب ہیں۔ اورتعجب کی بات ہے کہ حضرت محمد کی وفات کے وقت اس کی عمر چودہ سال کی تھی۔ اوروہ صرف تین یا چارسال حضرت محمد کے ساتھ رہا۔ جولوگ یہ مانتے ہیں کہ اس چودہ سالہ لڑکے نے حضرت محمد کی اُن سینکڑوں حدیثوں کوفی الحقیقت حفظ کرلیا جن میں قرآن کے مشکل مقامات کی تشریح ہے اور شرعی فیصلوں کا ذکر ہے وہ کیسے زدو اعتقاد ہوں گے۔

خیال غالب یہ ہے کہ یا تو ابن عباس نے اُن حدیثوں کے مابعد ایام میں اختراع کرلیا یا مابعد لوگوں نے اُن کو اختراع کیا اور ضروری اسناد اختراع کی گئیں۔چنانچہ مسلم سے روایت ہے کہ ایک شخص یزیدبن ہارون نے زیادبن میمون پر ایسی جھوٹی اسناد بنانے کا الزام لگایا۔ اُسکی آزمائش کے لئے اُس نے اُس سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ اُس شخص نے وہ حدیث معہ اسناد سنادی۔ کچھ عرصہ بعد یزید پھر زیاد کے پاس گیا اوروہی سوال کیا اُس وقت اُس

---

[1] توجیہ النظرالی اصول الاثر۔ صفحہ ۱۳

حدیث کی بالکل مختلف اسناد سنادیں اس سے یزید کا شک اوربھی بڑھ گیا۔ اس لئے وہ تیسری دفعہ پھر اُس کے پاس پہنچا اوراُس وقت زیاد نے وہی حدیث دیگر اسناد کے ساتھ سنائی اگر یہ قصہ یہیں ختم ہوجاتا توشائد یہ خیال کیا جاتا کہ ایک حدیث کی اسناد ایک سے زیادہ بھی ہوسکتی ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر یزید نے یہ کہا۔فنسبہ الی الکذب " اُس نے اُسے کذب سے منسوب کیا[۱]۔

مصنوعی اسناد کے ایک دوسرے بنانے والا کا ذکر مسلم نے کیا۔ اُس کا نام عبدالکریم تھا۔

ایک دوسری مثال کے کہ کیسے مصنوعی حدیثیں اوراسناد تیارکی جاتی تھیں اس قصے میں مندرج ہیں:

ایوب عن الحسن عن صخر بن قدامتہ العقیلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایولد بعد سنتہ مائدمولود اللہ فی حاجتہ قال ایوب فلقیت صخر بن قدامتہ فسا لتہ عن الحدیث فقال لاعرفہ"۔

"ایوب نے حسن سے (سنا) اوراُس نے صخر بن قدامہ سے (سنا) کہ رسول خدا نے کہا کہ سوسال کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہ ہو ہوگا جس کی ضرورت خدا کو ہو۔ ایوب نے کہا ۔ تب میں صخر بن قدامہ سے ملا اوراس سے حدیث کے بارے میں پوچھا اوراُس نے جواب دیاکہ میں نہیں جانتا[۲]" اس کا مطلب یہ ہے کہ صخر نے اُس حدیث کو ردکیا جس کو حسن نے کہا تھا کہ صخر سے سنی تھی۔ اسناد کے جعلی بنانے کی ایک اورصریح مثال جامع الترمذی میں پائی جاتی ہے:

عن عبداللہ بن الحسن عن امہ فاطمتہ بنت الحسین عن حد تھا فاطمتہ الکبری قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہ اذاد خل المسجد صلی علی محمدوسلم وقال رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک۔

" (یہ روایت ہے) عبداللہ بن الحسن سے ،اُس کی والدہ فاطمہ سے جوالحسین کی بیٹی تھی۔ اُس نے اپنی دادی فاطمہ کلاں سے کہ اُس نے کہا کہ جب رسول خدا مسجد میں داخل

---

[۱] صحیح مسلم ۔ جلد اول صفحہ ۱۱

[۲] تاویل مختلف الحدیث ۔ صفحہ ۱۲۰

ہوا کرتے تھے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ مجھے برکت دے اوراے خداوند میرے گناہ معاف کراور رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے"[1]۔اب یہ اسناد توصریح غلط ہے جیساکہ ترمذی نے ظاہر کردیا۔ کیونکہ فاطمتہ بنت حسین نے اپنی دادی فاطمہ الکبری کو کبھی نہیں دیکھا۔ جوحسین کی والدہ تھی۔ فی الحقیقت فاطمتہ الکبری کا انتقال اُس وقت ہوگیا جب کہ حسین ابھی آٹھ سال کی عمر کا تھا۔پھربھی یہاں صاف لکھا ہے کہ فاطمہ بنت حسین نے یہ حدیث اپنی دادی فاطمہ سے سنی تھی۔

اس بات کو ختم کرنے سے پیشتر ایک اوربات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ وہ یہ ہے ایک لحظہ کے لئے فرض کرلو کہ یہ اکثر حدیثیں مستند ہیں۔ یعنی عموماً ان حدیثوں میں حضرت محمد کے اقوال وکلام مندرج ہیں توبھی یہ سوال پیداہوتا ہے کہ کہاں تک وہ قابل اعتبارہیں؟ فرض کروکہ وہ حضرت محمد کے اقوال وکلام کا صحیح بیان ہیں تو بھی کہاں تک ہم اُن پر بھروسہ کرسکتے ہیں؟ حضرت محمد کے اقوال کی روایتوں میں جواختلاف پایا جاتا ہے اُس سے یہ سارا سوال پیدا ہوتا ہے ۔ اُن میں بعض اوقات امورواقعی کے بارے میں اختلاف ہے اور اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب سالوں تک کوئی کلام زبانی چلا آئے تواُس میں کیسے خطرے پیداہو جاتے ہیں۔ اوراس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اگرعثمان قرآن کو جمع نہ کرتا اورایک جلد میں جمع کراکے باقی سارے نسخوں وغیرہ کو سپردنارنہ کرتا توکیسے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن احادیث سے ایسا سلوک نہیں کیا گیا۔ اوراس لئے اُن میں سے ایسے اختلاف پائے جاتے ہیں۔ یہ اختلاف ایسے صریح اورلفظی اورصحیح حدیث کے قیاس کے ایسے غلاف میں کہ جلد ایک مسئلہ قائم کیا گیا اورجس کی بنیاد حضرت محمد کے ایک قول پر رکھی گئی اوروہ بھی شائد حسب موقعہ وضع کیا گیا کہ حدیث کے روایت کرنے میں اتنا کافی تھاکہ عام مضمون اُس کا بیان کردیا جائے بلالحاظ لفظی صحت کے چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت محمد کے پاس آکر کہا:

---

[1] جامع الترمذی صفحہ ۱۰۲

يارسول الله انی اسمع منك الحديث الا ستصع ان اوديه كما اسمعه منك يزيد حرفاً اوينقض حرفا فقال اذالمه تحلواحرما ولمه تحرموا احلاه واصبتم المعنی فلاباس۔

" اے رسول خدا میں آپ سے حدیثیں سنتاہوں لیکن میں نے جیسی سنی ویسی اس کی روایت نہیں کرسکتا کیونکہ الفاظ میں کمی بیشی ہوجاتی ہے۔ اُس (رسول) نے کہا اگر توحرام کو حلال اورحلال کو حرام نہ بنائے اورمعنی کوقائم رکھے تو مضائقہ نہیں[1]۔

اس لئے کہتے ہیں کہ الشافعی ،ابوحنیفہ، مالك، احمد اورالبصری نے یہ سارے مسلمانوں کا حق سمجھا کہ بعض قیود کے ساتھ حضرت محمد کے ٹھیك الفاظ بیان کرنے کی بجائے اُن کے عام معنی بیان کردیں۔

اس میں توکچھ شك نہیں کہ ایسی لفظی تبدیلیاں کی گئیں ۔ چنانچہ روایت ہے:

کان ابن مسعود اذاحدث قال قال رسول الله کن اوتحواہ۔

[1]توجیہ النظر الی اصول الاثر صفحہ ۲۹۹

" جب ابن مسعود کسی حدیث کی روایت کرتے تویہ کہا کرتے تھے کہ رسول خدا نے یوں کہا یا اس کی مانند کہا[2]"

پھر یہ لکھا ہے:

عن ابن عون انہ قال کان الحسن وابراہیم والشعبی یاتون بالحدیث علی المعانی۔

" ابن عون سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ الحسن ، ابراہیم اور الشعبی حدیثوں کو اُن کے معنوں کے مطابق روایت کیا کرتے تھے[3]۔ بعض دوسرے اشخاص کابھی ذکر آیا ہے جوحضرت محمد کے الفاظ کے مطلب ہی کو بیان کرتے تھے۔

ان سب کا جواب توظاہر ہے۔ ایك دفعہ اس اصول کو مان لواورپھردیکھو کہ اس کا نتیجہ کیاہوتا ہے؟ اگرپہلا راوی جس نے حضرت محمد کی زبان سے کسی حدیث کوسنا کچھ لفظی تبدیلی کے ساتھ دوسروں سے روایت کرے اوروہ دوسرا راوی اسی طرح لفظی تبدیلی کے ساتھ تیسرے سے روایت کرے اورعلیٰ ہذا خواہ یہ راوی ایك درجن ہی ہوں اس کا کون

[2]توجیہ النظر الی الاثر صفحہ ۲۹۹۔

[3]// // // // صفحہ ۲۰۸

ذمہ وار ہوگا کہ وہ حدیث موجودہ صورت میں معنی میں بھی اصل حدیث سے مشابہ ہے جو حضرت محمد کی زبان سے نکلی تھی۔ پس جب صورت حال یہ ہو تو یہ معلوم کرکے ہمیں تعجب نہیں ہوتا کہ معنوی تبدیلی بھی اُن میں فی الحقیقت ہوئی۔ چنانچہ مفصلہ ذیل حدیث اس کی ایک مثال ہے:

ان حماد بن سلمته کان یرید ان یختصرالحدیث فینقلب معانہ۔

" فی الحقیقت حماد حدیثوں کو مختصر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس نے تو اُن کے معنی کو الٹ پلٹ دیا[1]"۔

احادیث کے زبانی روایت کرنے کے بارے میں یہ امر بھی یادرکھنا چاہیے کہ اُن کے بہت راوی غیرعرب تھے اورجیساکہ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف نے مان لیا"۔ وہ عربی زبان سے واقف نہ تھے اورنہ اُن کی صرف نحو سے اس لئے ان کے الفاظ میں تلفظ کی بہت غلطیاں پائی جاتی ہیں اوراس سے وہ بے علم تھے۔ اس سے اُن کے معنی بدل گئے[2]۔

حال کے بعض مسلمان یہ دعوےٰ کیا کرتے ہیں کہ الہام کے لحاظ سے اُن کی حدیثوں کا درجہ مستند انجیلوں کے برابر ہے یعنی وہ الہامی اقوال کا غیر الہامی بیان ہیں" لیکن یہ تو غلط ہے۔نئے عہدنامے کے مصنف ملہم اشخاص تھے اوراُنہوں نے مسیح کی تعلیم کو روح القدس کے الہام سے قلمبند کیا۔ خود قرآن نے اس امر کو تسلیم کرلیا۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ " جب میں نے مسیح کے حواریوں کو وحی دی (سورہ مائدہ آیت ۱۱۱)۔ لیکن یہ دعوےٰ نہیں کیا جاتا کہ حدیثوں کے راوی ملہم تھے یا ہزارہا احادیث کے روایت کرنے میں وہ غلطی سے محفوظ تھے۔ اس لئے اگر ہم بالفرض ان حدیثوں کو صحیح مان بھی لیں گو ایسا ماننا ناممکن ہے۔ توبھی اس کی ضمانت مطلقاً کوئی نہیں دیتا کہ عرصہ درازتک اُن کے زبانی روایت ہوتے چلے آنے میں کمی بیشی واقع نہیں ہوئی۔

مرحوم سید احمد خان بانی علیگڑھ کالج نے صاف دلی سے یہ مان لیاکہ اوایل ایام میں بہت جھوٹی حدیثیں مروج ہوگئی تھیں اوراس کی اُنہوں نے مفصلہ ذیل وجوہات بیان

---

[1] توجیہ النظرالی اصول صفحہ ۳۰۸۔

[2] توجیہ النظرالی اصول الااثرصفحہ ۳۱۴۔

کیں: بعض اشخاص کے بارے میں بلاشک یہ گمان ہے کہ اُنہوں نے حضرت محمد کے نام سے بعض حدیثیں وضع کرلیں۔ جنہوں نے ایسے جعل کی جرات کی وہ اس قسم کے لوگ تھے۔ (۱) بعض لوگ چاہتے تھے کہ فلاں عمدہ دستورمسلمان عوام میں مروج ہوجائے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے بعض حدیثیں وضع کیں۔ یہ فعل صرف اُن ہی حدیثوں پر محدود ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ قرآن اورنماز کے پڑھنے میں کتناثواب ہے اس دنیا میں اورعاقبت میں اورکہ قرآن کی بعض آیات کے پڑھنے سے ہر طرح کی بیماری وغیرہ کا علاج ہوجاتا ہے۔ اس جعل کا مقصد یہ تھاکہ لوگوں میں قرآن اورنماز پڑھنے کی عادت ہوجائے۔ ہمارے مذہب کے مطابق ایسے اوردیگر قسم کے مکروہ فریب کرنے والے گنگاروں کی فہرست میں داخل ہو(۲۔) واعظین سامعین کی بڑی جماعت جمع کرنے کی غرض سے اوراُن کی دلچسپی بڑھانے کی خاطر بہت حدیثوں کو گھڑلیتے تھے۔ یہ وہ حدیثیں ہیں جن میں وفات کے بعد روح کی حالت کا ذکر ہے تاکہ اُن کے دلوں میں غضبِ الہٰی کا خوف اورنجات کی امید پیدا کریں۔ (۳۔) جن لوگ نے رسول کے دین میں تبدیلیاں کی تھیں اوراُنہوں نے اپنے تعصب کے جوش میں آکر اپنے مخالفوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ایسی حدیثیں اختراع کرلیں جن سے اُن کی اپنی رائے کی تائید ہو۔(۴۔) بے ایمانوں نے حسد سے ایسی جعلی حدیثیں بنا کراُن کو رواج دیا"۔

اس عالم سید مرحوم کے بیانات کے باوجود ایسی بے شمار حدیثیں جن کا اُنہوں نے ذکر کیا بخاری اورمسلم میں موجود ہیں اوراُس بیان کی تصدیق کرتی ہیں جو ان مجموعوں یا حدیث کی کتابوں کے غیر معتبر ہونے کے بارے میں کیا گیا تھا۔

جیساہم ذکر آئے اصل بات تویہ ہے کہ مسلمانی احادیث کی نہ توصحت ثابت ہوسکتی ہے اورنہ اعتبار۔ بلکہ ایسی وجوہات موجود ہیں جن سے دونوں پرشک پیداہوتا ہے اورمخفی نہ رہے کہ اسلامی شریعت کا دارومدارجس قدران حدیثوں پر ہے اتنا قرآن پرنہیں۔ ساری دنیا میں جواسلام آج پایا جاتا ہے وہ قرآنی اسلام نہیں بلکہ حدیثوں کا اسلام ہے۔ اورجس حضرت محمد کی تعظیم دنیا کے بیس کروڑ مسلمان

کررہے ہیں وہ قرآن کے کمزوراورغلطی کرنے والے حضرت محمد نہیں بلکہ احادیث کے نیم خدا جو سامی نسل کے خیالات کی تصویر ہے۔ کوئی ذی عقل اورحق جومسلمان ایسی حالت کوکب گوارا کرسکے گا؟

تیسرا باب

احادیث کی تالیف وترتیب

گذشتہ ابواب میں ہم ذکرکرآئے ہیں کہ پہلے پہل محمدی حدیثیں زبانی روایت ہوا کرتی تھیں۔ اوریہ بھی ہم نے بتایا کہ اس سے بے شمارموقعے پُرانی حدیثوں کے بگاڑنے کے ملے اور نئی حدیثیں اختراع ہوئیں۔ کم ازکم ایک سوسال کے بعد یہ کوشش شروع ہوئی کہ اُن کو باقاعدہ جمع کرکے موجودہ صورت پر لائیں۔ اورحدیثوں کے بگاڑنے کا حال سن کر اُمیہ خاندان کے خلیفے عمرثانی کو بہت بُرا لگا۔ یہ شخص دمشق میں ۹۹ہجری سے ۱۰۱ہجری تک خلیفہ تھا۔ اس نے کوشش کی کہ وہ سب حدیثیں ضابطہ تحریر میں آجائیں تاکہ آئندہ کسی کواُن کے بگاڑنے کا موقعہ نہ ملے۔ اُس کے ایسا حکم دینے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ پہلے اصحاب وفات پاچکے تھے اوراُنکے جانشین منتشرہوگئے تھے۔

قل الضبط واتسع الخرف وكاد الباطل ان يلتبس بالحق۔

"روایت کرنے میں صحت گھٹتی گئی۔ اور بے اعتباری بڑھتی گئی اورباطل حق کے ساتھ ملتا گیا[1]۔

بخاری نے یہ بیان کیا:

کتب عمر بن عبد العزیز الی ابی بکر بن خرم النظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء۔

"عمر نے ابوبکر بن حزم کولکھا(اور کہا) رسول خدا کی حدیثیں مل سکیں اُن کی تلاش کر اوراُن کو قلمبند کرلے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم نیست ہورہا ہے اورعالم لوگ گزرتے جاتے ہیں[2]"۔ ہم کو معلوم ہے کہ یہ شخص ابوبکر نامی مدینہ میں عمر کا نائب تھا اوراُس نے ۱۲۰ ہجری میں وفات پائی جس کتاب میں اُس نے وہ حدیثیں جمع کی تھیں وہ اب موجود نہیں۔ ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ ایسی کتاب تیارہوئی تھی۔ اوراُس کے بعد دوسروں نے ایسی کتابیں لکھنی شروع کیں لیکن دوسری صدی ہجری کے وسط سے پہلے کا کوئی معتبر مجموعہ حدیث ہم تک نہیں پہنچا۔

حدیثوں کے جمع کرنے کا خیال جب ایک دفعہ پیدا ہوگیا پھر تو چاروں طرف بڑی سرگرمی سے کوشش ہونے لگی بلکہ جہاں کہیں اُن کو حضرت محمد کی کسی حدیث کی خبرملی وہیں پہنچے اوراُس کو تحریر کیا۔ چنانچہ جمع کرنے والوں کا ایک گروہ ہی پیدا ہوگیا جو" جامع" کہلاتے تھے۔ جنہوں نے حدیثوں کے جمع کرنے میں اپنی عمریں صرف کردیں۔ اوران حدیثوں کی تلاش میں جوحضرت محمد کے قول وفعل کے متعلق تھیں اُنہوں نے دنیا کو چھان مارا۔ اوربلاامتیازاُن کو قلمبند کرلیا۔ اورجوکچھ اُن کو خبرملی کہ وہ حضرت محمد سے علاقہ رکھتی تھی اُس کو بے چون وچرا قبول کرلیا۔ بشرطیکہ اسناد کا سلسلہ اُن کی شرائط کوپورا کرتا تھا۔ جہاں تک معلوم ہوسکتا ہے ۔ پہلے پہل بخاری نے جرح کے قوانین قائم کئے۔ لیکن جوقوانین اُس کا دستورالعمل تھے وہ قوانین کے نام کے مستحق نہیں اوراس لئے اُس کو مجموعے میں بہت جعلی حدیثیں داخل ہوگئیں۔ چنانچہ جس کتاب کا ہم نے ان اوراق

---

[1] القطلانی۔ شرح صحیح امام البخاری جلد اول صفحہ ۳

[2] صحیح البخاری، کتاب العلم

میں اکثر حوالہ دیا اُس کے مصنف نے بخاری اورحدیثوں کے دیگر جمع کرنے والوں کی نسبت یہ کہا:

وکانت الکتب قبلہ ممزوجا فیہا الصحیح لغیرہ

" جوکتاب اُس (بخاری) سے پہلے لکھی گئی اُس میں صحیح احادیث غیر صحیح کے ساتھ مل جل گئیں[1]"۔

حدیث کی کتابوں کے مجموعوں کا مختصر ذکرکرنے سے پیشتر جومابعد دوصدیوں میں تیارہوئے۔ اُن امورپرپھر ایک دفعہ نظر ڈالنا چاہیے ۔جوہمارے سامنے پیش ہوئے۔ ہمارے سامنے حدیثوں کا ایک بڑا انباردھرا ہے جن میں سے ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا وضع کیا ہوا ہے جنہوں نے صدق وکذب کی چنداں پروانہ کی اورایک سوبرس تک زبانی روایت ہوتی چلی آئیں پیشتر اس سے کہ وہ قلمبند ہوئیں اورکسی کتاب میں جمع کی گئیں۔ اس عرصہ میں بہت ساری تاثیریں۔ ملکی ،تمدنی اوردینی اپنا عمل کررہی تھیں جن کی وجہ سے راویوں اور جامعین احادیث پر بڑا اثر ہوا ہوگا۔ اورجب آخرکارایک مستند مجموعہ کے لکھے جانے کا حکم ہوا تو وہ حکم دمشق کے اُمیہ خاندان کے خلیفے عمر کی طرف سے صادرہوا اورجس نے بے شک ایسی حدیثوں کو دبادیا ہوگا جن میں اُس کے حریف خاندان علی کی تعریف وتائید ہوگی۔ ابو عبدالرحمان النسائی کے افسوسناک قصے سے اس مضمون پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔یہ شخص النسائی کے نام سے عام طورپر مشہور ہے وہ مشہورجامع احادیث تھا اوراحادیث کی جو چھ مشہورکتابیں ہیں اُن میں سے ایک کتاب کا مصنف یہ تھا۔ یہ شخص خراسان میں ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوا اورپھر قاہرہ کی طرف سفرکرگیا اوروہاں سے دمشق کو۔ دمشق میں لوگوں نے اس پر بلوہ کیا۔ کیونکہ اُس نے حضرت علی کی تعریف کے متعلق احادیث جمع کرکے ایک کتاب تالیف کی تھی ۔ جب وہ یہ کتاب پڑھ رہا تھا تواُمیہ انبوہ نے شورمچانا اورپوچھنا شروع کیاکہ معاویہ حریف حضرت علی کی تعریف میں کوئی ایسی حدیث نہ تھی۔ جب اُس نے نفی میں جواب دیا تواُس کو ایسا زدوکوب کیاکہ جس کے صدمے سے وہ چند روزبعد مرگیا۔ ملکی خیالات نے ان حدیثوں کے جمع کرنے میں ایسی زبردست تاثیرکی۔

---

[1] توجیہ النظر الی اصول الاثر صفحہ ۸

احادیث کا سب سے پہلا مجموعہ جواب تک موجود ہے وہ اسلامی فقہ کی کتاب ہے۔ اُس کا حصر بہت کچھ حضرت محمد کی احادیث پر ہے ۔ اسی طرح ہر اسلامی فرقے کے علما نے اپنے لئے الگ الگ حدیثوں کو جمع کیا۔ اوراُن پر اپنے فرقے کی تعلیم کی بنیادرکھی۔ ان سب میں سے پہلی کتاب ابو عبداللہ مالك بن انس مدنی کا موطا ہے۔ اس شخص نے ۱۷۹ ہجری میں وفات پائی۔ اس بزرگ نے بہت شہرت حاصل کی اوریہ اُس کا مستحق بھی تھا۔ اورمابعد کے جامعین احادیث نے اکثر اس کی کتاب سے مددلی۔ ایك وقت یہ بزرگ خلیفہ ہارون رشید کا اتالیق تھا۔

فقہ کی کتابوں کے لکھے جانے کے بعد اُن کتابوں کی باری آئی جومسند کہلاتی ہیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث کو راویوں کے مطابق ترتیب دی گئی۔ مثلاً عائشہ،ابوہریرہ وغیرہ کے مطابق بلالحاظ اس کے کہ اُن کا مضمون کیا ہے۔ ہم نے ابن حنبل کے مسند کا ذکر کیا تھا۔ اس شخص نے ۲۱۴ ہجری میں وفات پائی۔

اس کے بعد وہ کتابیں لکھی گئیں جومصنف کہلاتی ہیں۔یعنی ترتیب واراورقسم وار۔ان میں حدیثوں کی تقسیم وترتیب اُن کے مضامین کے مطابق ہے، اور ہر مضمون فصلوں میں بیان کیا ہے ان کتابوں میں سے کچھ آج تک بہت مشہورہیں۔

پہلی کتاب ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی ہے۔ یہ عالم بمقام بخارا ۱۹۴ ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۵۶ ہجری میں مرگیا۔ کہتے ہیں کہ اُسے حدیثوں کے جمع کرنے کی ہدایت خواب میں ملی تھی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ " میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا جن کے بدن پر سے میں مکھیاں ہٹارہا تھا۔ میں نے بیدارہوکر خواب کے مشہورتعبیر کرنے والوں میں سے ایك سے اپنے خواب کی تعبیرپوچھی۔ اُس نے جواب دیاکہ " تو اُن سے جھوٹ کودورکرے گا" اس سے جرات پاکر البخاری حدیثوں کی تلاش میں نکلا اورسولہ سال تك عراق ،عرب سوریا اورمصر میں گھومتا رہا۔ اس عرصے میں اُس نے چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں لیکن جیسا پہلے ذکر ہوا ان میں سے اُس نے صرف ۷۲۷۵ رکھیں اورباقی سب رد

کردیں۔ اورچالیس ہزارراویوں میں سے اُس نے صرف دوہزار کو معتبر سمجھا۔ اس کی کتاب صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے اورہر جگہ اس کی اعلیٰ قدرومنزلت ہے۔ لیکن یہ بھی تحقیق طور سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حق وباطل کے تمیزکرنے میں یہ شخص دوسروں سے زیادہ کامیاب رہا۔ یہ یادرکھئے کہ امام بخاری نے تیسری صدی ہجری کے وسط میں وفات پائی ۔ اس لئے کیسا مشکل کام اُن کو پیش آیا ہرکوئی یہ سوال کرسکتاہے کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد کیسے کوئی انسان فیصلہ کرسکتا ہے کہ ان لاکھوں حدیثوں میں سے یہ حدیث غلط ہے اوریہ صحیح ۔ علاوہ ازیں جرح کے جوقوانین بخاری نے ٹھیرائے وہ مسلم کے قوانین جرح کے متفرق ہیں حالانکہ مسلم اس کا شاگرد تھا۔ اس لئے جوحدیث ایک کے قانون کے مطابق صحیح ٹھہرے وہ دوسرے کے قانون کے مطابق غیرصحیح ٹھہرے گی۔ چنانچہ ایک حدیث کی نسبت یہ آیا ہے۔

قالو افیہ ھذآ حدیث صحیح علی شرط مسلم ولیس بصحیح علی شرط البخاری لکون ھولا عند مسلم ممن اجتمعت فیہم الشروط المعتبرہ ولمہ یثبت عندہ البخاری ۔

" انہوں نے اس کی نسبت یہ کہا ۔ کہ مسلم کے قانون کے مطابق تویہ صحیح حدیث ہے لیکن بخاری کے قانون کے مطابق یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ مسلم کے خیال میں تویہ راوی درست ہیں۔ کیونکہ ان میں وہ سب بڑی شرائط جن کو مسلم نے مقررکیا پوری ہوتی ہیں لیکن بخاری کی رائے میں اُس کی صحت ثابت نہیں[۱]" ۔یہ امر ضروری ہے کیونکہ اگریہ دوبڑے جامع احادیث یعنی مسلم وبخاری جرح کے قوانین پر اتفاق نہیں کرتے جن کے ذریعے سے کہ کسی حدیث کی صحت یا غیر صحت ثابت ہو تواُن کی الگ الگ کتابوں کا اعتبارکیسے قائم رہ سکتاہے۔

القسطلانی نے اس امر کی عمدہ مثال دی ہے کہ حدیث کی خاص کتابوں کو مستند ومعتبرثابت کرنے کی خاطر کیسے حدیثیں اختراع کی گئیں۔ وہ قصہ یہ ہے ۔ ابو زید

---

[۱] النواوی ۔ شرح صحیح مسلم ۔ جلد اول صفحہ ۳۸

المارورزی نے کہا کہ میں ستونوں اورنماز کی جگہ کے درمیان سویا پڑا تھا کہ میں نے خواب میں رسول خدا کودیکھا۔ اُنہوں نے مجھے کہا اے ابو زید توالشافعی کی کتاب کب تک پڑھتا رہے گا اورمیری کتاب کا مطالعہ نہ کرے گا؟ تب میں نے کہا کہ اے رسول خدا تیری کتاب کونسی ہے؟ انہوں نے جواب دیاکہ محمد اسماعیل (یعنی بخاری) کی کتاب[1]"۔

صحیح بخاری کے تقریباً ہم پلہ صحیح مسلم ہے۔ مسلم بن حجاج بمقام نیشا پور واقعہ خراسان ۲۰۴ ہجری میں پیدا ہوااور ۲٦٠ ہجری میں مرگیا۔ اس شخص نے تین لاکھ حدیثیں جمع کی تھیں لیکن اُن میں سے صرف چارہزارکو صحیح سمجھ کرکتاب میں داخل کیا۔ ان پربھی اُن کو شک تھا چنانچہ اس کا شارح النواوی یہ کہتا ہے کہ اُس نے یہ کہا تھا:

وضح فیہ احادیث کثیرہ مختلفا فی صحتہا لکونہا من حدیث من ذکر ناہ ومن لمہ نذکر ہ ممن اختلقوا فی صحہ حدیثہ۔

" اُس (مسلم) نے اس (صحیح مسلم) میں بہت حدیثیں درج کیں جن کی صحت کے بارے میں لوگوں کو اختلاف تھااس وجہ سے کہ اُن کا تعلق اُن لوگوں کی حدیثوں سے تھا جن کا ہم نے ذکر کیا اورجن کا ہم نے ذکرنہیں کیا جن کی حدیثوں کی نسبت لوگوں میں اختلاف تھا[2]"۔

علاوہ ازیں یہ بھی امر معلوم ہے کہ حدیثوں کے انتخاب میں مسلم نے تقریباً سراسر ایک آدمی کی رائے پر بھروسہ رکھا۔ یعنی ابی زراعہ رازی پر۔ چنانچہ النوادی نے یہ لکھا کہ:

کتابی ھذا اعلی ابی زاعتہ الرازی فکل الشاء ان لہ ترکتہ وکل ماقال انہ صحیح ولیس لہ علتہ۔

" مکہ بن عبدان نے کہا۔ میں نے مسلم کو یہ کہتے سنا میں نے اپنی یہ کتاب ابوزراعتہ الرازی کودکھائی اورجس کی نسبت اُس نے یہ کہا کہ یہ ناقص ہے اُس کو میں نے ترک کردیا اورجس کواُس نے کہا کہ صحیح اوربے نقص ہے اُس کو میں نے اپنی کتاب میں رہنے دیا"۔

---

[1] القسطلانی شرح صحیح الامام البخاری ۔ جلد اول صفحہ ۱۴۴۔

[2] النواوی ۔شرح صحیح مسلم ۔ جلد اول

تیسرا مشہور جامع حدیث ابوداؤد السجستانی تھا۔ وہ بمقام سیستان ۲۰۲ ہجری میں پیدا اور ۲۷۵ ہجری میں مرگیا۔ بخاری کی طرح حدیثوں کی تلاش میں اُس نے بھی بہت ملکوں کی سیر کی۔ اوراس نے بھی کم ازکم پانچ لاکھ حدیثیں جمع کیں۔ لیکن بخاری کی طرح اُس نے بھی صرف ۴۸۰۰ کو اپنی کتاب سنن میں مندرج کیا اورباقیوں کو غلط ٹھہرایا۔ اُن میں سے بھی سب شک وشبہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ اُس نے بھی اپنی کتاب میں بعض حدیثوں کو مشتبہ سمجھا۔ چنانچہ اُس نے یہ لکھا:

میں نے اس میں صحیح اوراُن حدیثوں کو جمع کیا جوصحیح معلوم ہوئیں یا تقریباً صحیح[۱]۔

چوتھا جامع حدیث ابن ماجہ تھا۔ اس کی کتاب السنن مشہور ہے۔یہ شخص ۲۰۹ ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۷۳ ہجری میں مرگیا۔ اس نے اپنی کتاب میں صرف چار ہزار حدیثیں درج کیں اورابوداؤد ،النسائی اورترمذی کی طرح اس میں صرف شرعی امور کے متعلق احادیث ہیں۔ لیکن صحیح مسلم وصحیح بخاری میں تقریباً ہرمضمون کی حدیثیں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ حضرت محمد کی مسواک کرنے سے لے کر ایمانداروں کے بہشت میں آرام تک حدیثیں ان میں موجود ہیں۔

پانچواں مشہور جامع احادیث ابوعیسیٰ محمد ترمذی ہے۔ وہ ۲۰۵ ہجری میں بمقام ترمذ میں پیدا ہوا۔ اور۲۹۹ ہجری میں مرگیا۔اس کی کتاب جامع مشہور۔ اس میں اسلامی شریعت کے مختلف علماؤں کی تعلیم کا فرق بتایا گیا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے چالیس احادیث کے انتخاب کا رواج شروع کیا اورمتاخرین نے اُس رواج کو چلایا۔

چھٹا شخص ابوعبدالرحمان النسائی تھا۔ یہ عالم بمقام نساء واقعہ خراسان میں ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۰۳ہجری میں مرگیا۔اس لئے یہ شخص پہلے پانچوں سے پیچھے گذرا۔ اُس کی موت کا افسوسناک واقعہ ہم بیان کرآئے۔ اس کی کتاب جواب موجود ہے وہ ایک بڑی کتاب کی ترمیم واختصار ہے اوراُس کا نام سنن النسائی یا المجتبہ

---

[۱] توجیہ النظر الی اصول الاثر صفحہ ۱۵۰۔

(منتخب) ہے۔ اس میں رسوم کی چھوٹی چھوٹی تفصیل کا ذکر ہے۔

ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ (چھ کتابیں) کہتے ہیں اُن سب کی قدرومنزلت تویکساں مانی نہیں جاتی۔ پہلی دوکتابیں یعنی مسلم وبخاری کی صحیحین یعنی دوصحیح کتابیں کہلاتی ہیں۔ اورباقی چار کو صرف سنن کے نام سے نامزدکرتے ہیں۔

سرولیم میورصاحب نے بیان کیاکہ یہ صحاح ستہ عباسیہ خلفا کے عہدسلطنت میں تیارہوئیں۔اورایسے وقت میں کہ جب معاویہ کی تعریف میں ایک لفظ بھی کہنا سزائے موت کو اپنے اوپر لانا تھا۔ اوراُن سب کو خارج کردیا تھا۔ جوحضرت علی کو خیرالبشر نہ مانتے تھے۔ اس سے یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ ایسی حالت میں بے طرفداری اوربے تعصبی سے کچھ لکھنا ناممکن تھا۔ اس لئے ایسے لوگ عتقانہ تھے جوصحیحین پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابولحسن علی بن عمرآل وارفتنی نے اپنی کتاب بنام الاسدارک والتبو میں بخاری اورمسلم کی دوسو حدیثوں کو غیر معتبر ثابت کیا۔ یہ مصنف بڑا عالم شرع اورعالم حدیث تھاجس نے ابوبکر بن مجاہد کے قدموں میں تعلیم پائی تھی[1]۔

ایک دوسرا عالم جس نے مسلم وبخاری کی کتابوں پر نکتہ چینی کی آل لعبی قاضی نیشا پور تھا۔ اس نے کتاب الستدرک لکھی۔ اوراُس میں صححین پر چند اعتراض اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ اُنہوں نے بعض ایسی حدیثیں چھوڑدیں جوبالکل صحیح تھیں اوراُن کو اُنہوں نے غلطی سے چھوڑدیا۔

اب یہ کہنا باقی رہ گیا کہ شیعہ لوگ ان حدیثوں کو رد کرتے ہیں جوصحاح ستہ میں آئی ہیں اوراُن کی جگہ پانچ دوسری حدیث کی کتابیں مانتےہیں اورانہیں پر اُن کی دینی اور تمدنی شریعت کا دارومدارہے:

(۱۔)کافی ۔اس کتاب کا مصنف ابوجعفر محمد بن یعقوب تھا جس نے ۳۲۹ ہجری میں وفات پائی ۔

(۲۔) من لایستظہر ہ ال فقیہ جو شیخ علی کی تصنیف ہے وہ۳۸۱ میں مرگیا۔

---

[1] Clement Huart, Arabic Literature p.223

(۳۔)تہذیب تصنیف شیخ ابوجعفر محمد ابن علی حسین اس ۴۶۶ ہجری میں وفات پائی ۔

(۴۔) استبصار۔ اسی مصنف کی۔

(۵۔) نہج البلاغت۔ سید الرازی کی تصنیف جس نے ۴۰۶ ہجری میں وفات پائی یہ قابل لحاظ ہے کہ اہل شیعہ کی حدیث کی یہ پانچ کتابیں صحاح ستہ کے بعد لکھی گئیں اوراس لئے غیر مسلم علما اُن کو صحاح ستہ کا درجہ نہیں دیتے۔

حدیث کی جن کتابوں کا اوپر ذکر ہوا اُن کے سوادیگر کتابیں بھی پائی جاتی ہیں ۔ چنانچہ ڈکشنری آف اسلام میں مذکورہے کہ ایثاف النبلاع کے مطابق کم ازکم ۱۴۶۵ حدیث کی کتابیں موجود ہیں اوراُن میں سے زیادہ مشہور مشکوات المصابیح ہے۔ یہ کتاب شیخ ولی الدین نے ۷۳۷ ہجری میں لکھی اورانگریزی میں بھی اس کا ترجمہ ہوگیا۔

یہ خیال نہ کریں کہ جن کتابوں کی تالیف کا ہم نے سرسری ذکرکیا وہی قدیم مسلمانوں کی محنت کا نتیجہ تھا۔ برعکس اس کے ایک نیا علم جسے علم حدیث کہتے ہیں وہ بھی تیارکیا گیا تاکہ اُس کی مدد سے حدیثوں کے اس انبار کی چھان بین کریں اوراُن کو ترتیب وتقسیم دیں۔ بہت مسلمانوں نے توناموں کے مطالعہ کرنے میں عمریں صرف کردیں اورایک علیحدہ علم نکالا جواسم الرجال کے نام سے مشہورہے۔ اس میں احادیث کے راویوں کی تحقیق کی گئی ۔ چنانچہ ایک شخص ابن ابی حاتم کا ذکرآتاہے جس نے ایک کتاب بنام کتاب الجرح والتعدیل چھ جلدوں میں لکھی۔ بعضوں نے ان احادیث کے جمع کرنے والوں کی یا اُن گواہوں کی جن کے ذریعے وہ پہنچی تھیں۔سوانح عمریاں لکھیں۔ بعضوں نے احادیث کے سوہوم ومشکل مقاموں کی تشریح لکھی۔ بعضوں نے احادیث کے تنسیخ کے مضمون کو لیا اوربعضوں نے ادویات کے متعلق احادیث کی فہرستیں تیارکیں۔ اورایک عالم نے ان حدیثوں کی اس ترتیب سے مترتب کیا کہ اوامر کے متعلق احادیث کو داہنی طرف اورنواہی کے متعلق احادیث کو بائیں طرف لکھا۔ ایک کتاب بنام جامع الصغیر میں احادیث کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔ یعنی ہرحدیث کے پہلے حرف کے مطابق۔

لیکن اس علم حدیث میں ایک کسرہ رہ گئی ۔ کہ ان عالموں نے خود احادیث کی جانچ پڑتال نہیں کی۔ اُن کے نزدیک صحت کا معیار راویوں کا سلسلہ تھا۔ اگریہ سلسلہ بلا نقطاع بنی تک جاپہنچا تو مضمون حدیث خواہ کیسا ہی ہوتا وہ حدیث صحیح مان لی جاتی ۔ لیکن جن مقدمات پر اس دلیل کی بنارکھی گئی وہ اصولاً صحیح نہ تھے۔ کیونکہ خود وہ راوی بلکہ حضرت محمد کے اصحاب میں سے بھی بعض اشخاص قابل اعتبار نہ تھے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں راویوں کے غیر منقطع سلسلہ کی موجودگی کچھ وقعت نہیں رکھی۔

غیر مکمل اسناد کے بارہ میں یہ رواج پیدا ہوگیا کہ اگرسلسلہ راویان میں کوئی ایسی کمی ہو کہ ایک راوی کسی حدیث کو نبی کے اصحاب تک پہنچائے لیکن خود اُس نے اُس صحابی کو نہ دیکھا ہوبلکہ اُس نے کسی اورشخص سے اُس حدیث کو سنا ہو جس نے اُس اصحابی کو روایت کرتے سنا تھا تو وہ سلسلہ مکمل سمجھا جاتا۔ اس رواج کا نام تدنیس پڑگیا جس کی وجہ سے بہت حدیثیں صحیح ٹھہریں جوراور طرح سے ردکرنے کے قابل تھیں۔

علم حدیث نے ان حدیثوں کو راویوں کی سیرت یا سلسلے کی حیثیت کے مطابق بھی ترتیب دی۔ مشکوات المصابیح کے دیباچہ میں اوربعض دیگر کتابوں میں احادیث کی اقسام کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے۔ مگر پہلی قسم کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ عام طورپر حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ اول صحیح حدیث جس کے راویوں کا سلسلہ معتبر ہے اور اس لئے وہ صحیح مان لی گئیں۔ دوم حسن حدیث جس کے راویوں کا سلسلہ پہلی قسم کے برابر تومعتبر نہیں پھر بھی عملی مقاصد کے لئے حسن حدیثیں بھی مستند ٹھہریں۔ سوم۔ ضعیف حدیث۔ اس قسم کی حدیثوں کے راوی کچھ مشتبہ سمجھے گئے۔ یاجن کی قوت حافظہ کمزورتھی۔ اس لئے ضعیف حدیثوں کی چنداں وقعت عالموں کی نظر میں نہیں۔

ان حدیثوں کی دیگر چھوٹی اقسام بھی ہیں۔ جس حدیث کوراویوں کے کئی سلسلوں نے بیان کیا ہو وہ متواتر

کہلاتی ہے۔ اورجس حدیث کو کم از کم راویوں کے تین سلسلوں نے بیان کیا وہ مشہور۔ اورجس حدیث کے لئے راویوں کا صرف ایک ہی سلسلہ ہو وہ غریب ۔ اس لئے وہ مشتبہ قسم کی ہے۔ جس حدیث کا جعلی ہونا ثابت ہے وہ موضوع کہلاتی ہے۔ جس حدیث کا سلسلہ غیر مکمل ہوا اورجس کی اسناد پوری نہ ہوں وہ مقطوع ہے۔

اس باب میں جوبیان ہوا اس سے صاف ظاہر ہے کہ احادیث کے مطالعہ میں اہل اسلام نے کس قدر محنت کی اوراُن کو کن اقسام پر تقسیم کیا۔ لیکن چونکہ اہل اسلام نے اُن کی اندرونی تحقیقات نہیں کی وہ ساری محنت بہت کچھ رائیگان ٹھہری۔

چوتھا باب

حدیث اوربائبل

اسلام کے نشوونما کا سرسری طور سے مطالعہ کرنے سے بھی یہ معلوم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسیحی خیال اور تعلیم نے ان روزافزوں حدیثوں پر کیا اثر کیا جوحضرت محمد کی وفات کے بعد پیدا ہوگئیں۔وہ خود تومسیحی دین سے بہت کم واقف تھے ۔ قرآن میں مسیحی دین کی طرف جوحوالے یااشارے ہیں وہ موہوم سے ہیں اوراکثر صحیح بھی نہیں۔ نہ صرف اُنہوں نے مریم والدہ یسوع کو ہمشیرہ موسیٰ وہارون سمجھا[1] بلکہ اُنہوں نے مسیحی دین کے ثالوث کو باپ اور کنواری مریم اوربیٹا خیال کیا[2]۔ علاوہ ازیں مسیح کے بچپن اور طفولیت کا جوذکر قرآن میں ہے وہ صحیح تاریخی مستند انجیلوں کی نسبت اپوکرفل یاجعلی انجیلوں سے زیادہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے مابعد مسلمان مسیحی دین سے اُن کی نسبت زیادہ

---

[1] سورہ مریم آیت ۲۷

[2] سورہ مائدہ آیت ۷۶ سے ۷۸

واقف تھے۔ مسیحی ممالک مثل سوریا فلسطین اورمصر کی فتوحات کے ذریعے ان مسلمانوں کا تعلق مسیحی تہذیب اورتعلیم سے پڑا۔ بلکہ بہت مسیحی مرتد ہوکر ان فتوحات وجنگوں و کے ذریعے دائرہ اسلام میں آگئے۔ اوراُن کے وسیلے مسیحی تعلیم کا زیادہ صحیح تصور مسلمانوں کو حاصل ہوگیا۔ جومسیحی مسلمان ہوگئے اُن کے لئے اپنے قدیم خیالات وعادات کوایک دن میں چھوڑدینا مشکل تھا اورجن مقدس کتابوں کے پڑھنے کے وہ عادی تھے اُن کے الفاظ کو وہ اتنی جلدی بھول نہ سکتے تھے۔اس لئے اسلامی حدیثوں میں بہت مسیحی خیال اورتصور نے دخل پالیا۔ کیونکہ اُس وقت محمدی دین نشوونما کی حالت میں تھا۔ اس لئے مسیحی دین کے بہت تصورات اسلام میں داخل ہوگئے۔ اوراسلامی حدیثوں پر بڑا اثرکیا گواسلامی شرع پر نہ کیا ہو۔

اہل اسلام کی حدیثوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کیسے بتدریج مسیحی تصورات کے ساتھ مسیحی کلیسیا کے خیال اورتعلیم نے ان حدیثوں میں دخل پایا اوروہ آخر کارحضرت محمد سے منسوب ہونے لگے۔ اس میں توکچھ شک نہیں جیساکہ ابھی ظاہر کیا جائے گا کہ مابعد کے بہت علمائے دین نے بے چون وچرا نئے عہدنامے کی اُن عبارتوں کو قبول کرلیا جن میں اعلیٰ اورنفیس خیالات پائے جاتے تھے اورجان بوجھ کر اُن کو حضرت محمد سے منسوب کیا۔ اس لئے جب مسیحی اشخاص ان حدیثوں کو پڑھتے ہیں تو عام مسیحی خیالات اوربعض اوقات اپنی کتابوں کے ٹھیک جملے اُن میں دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ وہ حضرت محمد کی زبان پر ڈالے گئے۔ اورمابعد مسلمانوں نے اُن کو حضرت محمد کے اقوال سمجھ کر ہی قبول کرلیا۔ ایسے اقوال نے اسلامی حدیثوں میں مستقل جگہ حاصل کرلی ہے۔کیونکہ جب حدیثوں کو سلسلہ وارجمع کرنے کا کام شروع ہوا تو یہ مسیحی جملے حدیثوں کی صورت اورلاکلام مناسب اسناد کے ساتھ حدیثوں کی کتابوں میں قلمبند ہوگئے اوروہاں وہ آج تک موجود ہیں۔

ہمیں نہ صرف اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ بائبل کے جملے فی الحقیقت ان حدیثوں میں آگئے اورمسیح اوراُس کے رسولوں کے اقوال حضرت محمد سے منسوب کئے گئے بلکہ اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ مسیحی دین کی تاثیر

مسلمانوں کے عقیدے پر بھی ہوئی اوراس طرح ان کی
شریعت پر بھی۔ مثلاً یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قرآن کی
ازلیت کے بارے میں جوبڑے بڑے مباحثے ہوئے جنہوں
نے اسلام کی بنیادیں جڑ سے ہلادیں وہ مسیحیوں کی تعلیم ازلی
ابدی لوگاس کی تاثیر تھی۔ جیساکہ پروفیسر بیکر صاحب نے
بتایاکہ قرآن کی ازلیت کا مسئلہ اسلام کی سخت توحید کے
بالکل مغائر تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت اُن پر نہ کھلی کہ ایسے
مسئلہ کو قبول کرلینا درحقیقت یونانی مسیحی زبان کی فتح
تھی۔ مسیحی دین کی تاثیر کا زوراس سے بڑھ کر
اورکیاہوسکتا ہے۔اوراس سے اسلام کی بنیادی تعلیم کھوکھلی
ہوگئی اورمسلمانوں نے اس امر کی حقیقت کو نہ سمجھا[1]۔
ہم یہ بھی ذکرکرآئے کہ مسیح کی ازلیت کا مسیحی مسئلہ جس
سے یہ مسلمانی تصورپیدا ہوا کہ نورحمد ساری خلقت سے
پیشترموجود تھا خودتو حضرت محمد نے کبھی نہیں مانا۔

ہم چند مثالیں اس امر کی توضیح میں پیش کرینگے کہ ان
محدثوں نے کیسے لئے عہدنامے کی عبارتوں کو یا مسیح کے
اقوال کو جواُنہوں نے مسیحیوں کی زبانی سنا تھاکچھ ادل بدل
کرکے حضرت محمد سے منسوب کردیا۔یہ بتانا تواب ناممکن
ہے کہ یہ لفظی تبدیلیاں اُن کی حقیقت کو چھپانے کے لئے
تھیں یا اُن کی ناواقفیت کی وجہ سے ۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے
کہ جوکوئی ان صفحات کوراستی سے پڑھے گا وہ یہ تومان لیگا
کہ ایسا ادل بدل کیا گیا۔ بخوف طوالت ہم عربی کی عبارت کو
چھوڑکر اُن کا ترجمہ ہی پیش کرینگے۔ البتہ اُن کا ٹھیک حوالہ
دیدیں گے۔

حدیثوں کے مجموعے بنام جامع الصغیر میں مذکور
ہے کہ حضرت محمد نے کہا" اس پر رحم کر جوزمین پر ہے تاکہ
جوآسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے[2]"۔ اگراس کا مسیح کے ان
الفاظ سے مقابلہ کیا جائے کہ" مبارک ہیں رحم دل کیونکہ اُن پر
رحم کیا جائے گا"۔ اگرتم آدمیوں کو اُن کے قصور معاف کرو
توتمہارا آسمانی باپ تمہیں معاف کرے گا"(متی ۵: ۷۔ ۶:
۱۴)۔ تو معلوم ہوجائے گا کہ یہ جملہ پہاڑی وعظ سے لیا گیا۔

---

[1] Becker- Christianity and Islam

[2] جامع الصغیر جلد اول صفحہ ۳۳

حضرت محمد کا ایک اورمشہورقول یہ ہے " اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا جب تک کہ وہ مجھ کو اپنے باپ یا اپنے بیٹے سے زیادہ محبوب نہ رکھے گا۔ " مسیح نے شاگردی کی جوشرائط بتائیں یہ اُسی کی نقل ہے" جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ اورجوکوئی اپنے بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ میرے لائق نہیں" (متی ۱۰: ۳۷)۔

پھر مفصلہ ذیل حدیث جو الفاظ ہیں تقریباً وہی ہیں جو مسیح نے توما کو کہے تھے۔ انجیل میں بیان ہے کہ مسیح کے مُردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد اُس کے ایک شاگرد توما نامی نے اپنے ہم شاگردوں کی واحد شہادت پر اس واقعہ پر ایمان لانے سے انکارکیا کہ مسیح فی الحقیقت جی اٹھا۔ بیان ہے کہ اُس نے یہ کہا کہ جب تک میں اپنے استاد کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں گا میں ایمان نہ لاؤں گا۔ بعد ازاں جب مسیح اُس کے سامنے آیا تواُس سے یوں متکلم ہوا"۔ اے توما تودیکھ کر مجھ پر ایمان لایا۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے نہیں نہ دیکھا پھربھی ایمان لائے"(یوحنا ۲۰: ۲۹)۔ ایمان کے لئے ایسی زبردست ترغیب کی ضرورت تھی جب کہ حضرت محمد نے وفات پائی اورعرب کے متصل کے ملک مفتوح ہوگئے اورہزاروں دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس لئے مسیح کے الفاظ کو ایک حدیث کی صورت دی۔ اورحضرت محمد سے منسوب کی" جس نے مجھے دیکھا اورایمان لایا وہ ایک دفعہ برکت پاتا ہے لیکن جومجھے دیکھے بغیر ایمان لاتا ہے وہ ہفت چند برکت پاتا ہے[1]"۔

پہاڑی وعظ کی گونج ان الفاظ میں بھی پائی جاتی ہے کہ جوحضرت محمد سے منسوب ہیں" تم میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کو ایسا ہی پیارنہیں کرتا جیساکہ اپنے تئیں کرتا ہے[2]۔ بائبل میں مسیح کے الفاظ یوں ہیں جن کو یہاں کچھ بدلا ہے" پس جوکچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو"(متی ۷: ۱۲)۔ لیکن ایسی تعلیم اسلام کی عام روح کے ایسے مغائر تھی کہ

---

[1] الجامع الصغیر جلد دوم۔صفحہ ۴۷۔

[2] متن العربین النوادیہ نمبر۲۵۔

مشہور شارح النواوی کو ان کی یہ تفسیر کرنی پڑی کہ اس حدیث کا صرف یہ مطلب تھا:

حتی یحب لاخیہ فی الاسلامہ مثل مایحب النفسہ "

جب تک تم اسلام میں اپنے بھائی کو اپنے جیسا پیار نہ کرو"[1]۔

بخاری میں ایک عجیب قصہ پایا جاتا ہے اورابن عمر سے مروی ہے یہ شخص غالباً تبع تابعین میں سے تھا جس نے غالباً مناظرہ کی خاطر مسیح کی ایک تمثیل کی تشریح کی۔ وہ تمثیل یہ تھی: کیونکہ "آسمان کی بادشاہی" اس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے تاکستان میں مزدور لگائے۔ اوراس نے مزدوروں سے ایک دینا روز ٹھہرا کر انہیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا۔ پھر پہر دن چڑھے کہ قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا۔ اوران سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ۔ جو واجب ہے تم کو دوں گا۔ پس وہ چلے گئے۔پھر اس نے دوپہر اورتیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا۔ اورکوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اوران سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے ؟ (۷) انہوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔اس نے ان سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ۔جب شام ہوئی تو تاکستان کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا مزدوروں کو بلاؤ اورپچھلوں سے لے کر پہلوں تک ان کی مزدوری دے دو۔ جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے تو ان کو ایک ایک دینار ملا۔ جب پہلے مزدورآئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو زیادہ ملے گا اوران کو بھی ایک ہی ایک دینارملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ۔ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اورآپ نے ان کوہمارے برابر کردیا جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اورسخت دھوپ سہی۔ اس نے جواب دے کر ان سے کہا میاں میں تمہارے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔کیا تمہارا مجھ سے ایک دینارنہیں ٹھہرا تھا؟ جو تمہارا ہے اٹھالو اورچلے جاؤ۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تمہیں دیتا ہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں؟ یا تم اس لئے کہ میں نیک ہوں بُری نظر سے دیکھتے ہو؟(متی ۲۰باب ۱سے ۱۵)۔

---

[1] النواوی فی شرح صحیح مسلم۔ جلد اول صفحہ ۴۳۹۔

حدیث میں اس کومروڑ کر یوں بنادیا"اہل توریت کو توریت دی گئی اور وہ محنت کرتے رہے حتیٰ کہ دوپہر کے وقت وہ کمزور ہوگئے اوراُنکو ایک ایک دینار دیا گیا۔ پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی اوراُنہوں نے نمازعصر تک محنت کی اور پھر وہ تھک گئے اوراُن میں سے ہرایک کو ایک ایک دیناردیا گیا۔ اُس کے بعد ہم کو قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک محنت کی اورہم میں سے ہرایک کو دودودینار دیئے گئے۔ اس لئے اہل یہود اورانصاری نے یہ کہا ۔ اے ہمارے خداوند تونے ان میں سے ہرایک کو دودودینار دئیے اورہم کو صرف ایک ایک دیناردیا جنہوں نے اُن سے زیادہ محنت کی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایاکیا میں نے تمہاری اُجرت کے بارے میں تم سے کسی طرح کی بے انصافی کی؟ اُنہوں نے کہاکہ کہ نہیں۔ تب اُس نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جس کو میں چاہتاہوں دیتاہوں[1]"۔

مسیح نے جوالفاظ ایک دفعہ برائے نام ایمان کے خلاف آگاہی کے طورپر فرمائے تھے وہ بخاری میں مندرج ہیں۔ انجیل میں پہاڑی وعظ میں وہ الفاظ یوں ہیں: " جومجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں اُن میں سے ہرایک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا مگروہی جومیرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے"(متی ۷: ۲۱) مسیح کے ان الفاظ کو احادیث میں ایک ہنسی انگیز کہانی کے طورپر بیان کیا ہے" روز قیامت کوایک شخص کو لاکر آگ میں ڈالیں گے۔ اوراُس کی انتڑیاں آگ میں پڑیں گی اور جیسے گدھاچکی کے گردگھومتا ہے اسی طرح وہ گھومتی پھریں گی۔ پھر اہالیان دوزخ اس کے گردجمع ہوں گے اورکہیں گے۔ اے فلاں تیرا یہ حال کیوں ہے؟کیا تیری یہ عادت تھی کہ توامر کا حکم دیتا تھا اورنہی سے منع کرتا تھا لیکن خود اُس پر عمل نہ کرتا تھا۔ وہ کہے گا کہ میں امر کا توحکم دیتا تھالیکن خود اُس پر نہ چلتا تھا میں نہی سے تومنع کرتا تھالیکن خود اُس کوکرتا تھا[2]"۔

ایک دوسرے موقعے پر بھی مسیح کے الفاظ کو حضرت محمد سے منسوب کرنے کی کوشش کی گئی ۔ یعنی جن الفاظ میں سیدنا مسیح نے اپنے حواریوں کو دعا سکھائی تھی۔

---

[1] زبدہ البخاری صفحہ ۳۵، ۳۶۔

[2] زبدتہ البخاری ۔ صفحہ ۱۵۷

اورجو آج تک دنیا بھر میں مسیحی استعمال کرتے ہیں وہ کچھ بگاڑ کر حضرت محمد سے منسوب کردی گئی ۔جودعا سیدنا مسیح نے سکھائی تھی وہ یہ ہے" اے ہمارے باپ توجوآسمان پر ہے۔ تیرا نام پاک ماناجائے تیری بادشاہت آئے جیسے تیری مرضی آسمان پر ہوتی ہے زمین پر بھی ہو ہماری روز کی روٹی آج ہمیں اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے توبھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔ کیونکہ بادشاہی قدرت اورجلال ہمیشہ تیرا ہی ہے"(متی ٦: ٩سے ١٣)۔ مابعد حدیث نویسوں نے جب اس دعا کو حضرت محمد سے منسوب کیا تواُنہوں نے یوں اُس کو پیش کیا" اے ہمارے خداوند خدا تو جوآسمان میں ہے۔ تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آسمان وزمین میں ہے۔ ہمارے قرض اورہمارے گناہ ہمیں بخش دے۔ تونیکی کا خداوند ہے۔ اپنی رحمت نازل کر اوراپنی شفا سے اس دکھ پر شفا نازل کرتاکہ اُس کو شفا حاصل ہو[1]"۔

مسیح کے ایک دوسرے مشہور قول کو حضرت محمد سے ان الفاظ میں منسوب کیا" ایسے شخصوں کو علم سکھانا جواس کے اہل نہ ہوں ایسا ہے جیسے سوروں کی گردن میں موتی جواہر اورسونا پہنانا[2]" مسیح کے ان الفاظ کی یہ تشریح معلوم ہوتی ہے " پاک چیزکتوں کو نہ دو۔ اوراپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو"(متی ٧: ٦)۔

نئے عہدنامہ کا لفظ بہ لفظ اقتباس بھی احادیث میں آیا ہے اوروہ بھی اسناد کے ساتھ حضرت محمد سے منسوب ہے" خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے خادموں کے لئے ایسی چیزیں تیارکی ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں اورنہ کانوں نہ سنیں اورنہ انسان کے دل میں آئیں[3]" ناظرین خود اس حدیث کا مقابلہ ١کرنتھیوں ٢: ٩ سے کریں " (جوچیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نہ سنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں۔ وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیارکردیں")توجان لیں گے کہ اس حدیث کا منبع کیا تھا۔

---

[1] ابوداؤد۔ جلد اول صفحہ ١٠١۔ مشکوات المصابیح ۔ کتاب الجنائز۔

[2] مشکوات المصابیح کتاب علم

[3] مشکوات المصابیح ۔ باب صفاف الجنتہ

انجیل کا ایک اورجملہ مابعد کے مسلمانوں کو پسند آیا اورجسے اُنہوں نے حسب دستورحضرت محمد سے منسوب کیا یہ ہے جس میں قدیم بزرگوں کا بیان ہے" اوراقرارکیاکہ ہم زمین پر پردیسی اورمسافر ہیں"(عبرانی ۱۱: ۱۳) حدیث میں اس کوکچھ بدل کریوں بیان کیا" اس زمین پر ایسے رہو جیسے کہ پردیسی اورمسافرہو[1]"۔

خیرات کے متعلق پہاڑی وعظ میں مسیح کی جو تعلیم مندرج ہے وہ یوں آئی ہے۔" جب تو خیرات کرے تو جوتیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے" (متی ٦: ٣)۔ اسے حضرت محمد کی ایک حدیث میں یوں ذکر کیاکہ جوآدمی خدا کو پیارکرتا ہے وہ ایسا ہے کہ " داہنے ہاتھ سے وہ خیرات کرتا ہے اوربائیں ہاتھ س اُس کو چھپاتا ہے[2]"۔احیاء العلوم میں یہ حدیث یوں مذکور ہے" جوشخص خیرات دیتا ہے اوراسے چھپاتا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا جواس کا داہنا ہاتھ کرتا ہے[3]

پہاڑی وعظ میں نمک کی تاثیر بتائی گئی کہ وہ دوسری اشیاء کوسڑنے سے بچاتا ہے اورمسیح کے وہ الفاظ یہ ہیں" تم زمین کے نمک ہولیکن اگرنمک کا مزہ جاتا رہے تووہ کس چیز سے نمکین کیا جائے گا۔ پھر وہ کسی کام کا نہیں سوااس کے کہ باہر پھینکا جائے اورآدمیوں کے پاؤں کے نیچے روندا جائے"(متی ۵: ۱۳، ۱۴)۔ ان محدثوں نے خیال کیاکہ اگر مسیحی لوگ زمین کے نمک تھے توکتنا زیادہ مسلمان ہوں گے اس لئے فوراً ایک حدیث اختراع کرلی گئی اورحضرت محمد سے منسوب کردی اوروہ گویا اپنے شاگردوں کو یہ کہہ رہے ہیں " میرے رفیق میری اُمت میں ایسے ہیں جیس کھانے میں نمک کیونکہ نمک کے بغیرکھانا کھانے کے لائق نہیں ہوتا[4]"۔

نئے عہدنامہ میں خدا کی نسبت یہ لکھا ہے کہ" اُسی میں ہم جیتے اورچلتے پھرتے اورموجود ہیں(اعمال ١۷: ۲۸)

[1] زبدہ البخاری صفحہ ۲٦٦۔

[2] مشکوات المصابیح ۔ کتاب الزکرہ

[3] احیاء العلوم ۔ جلد دوم صفحہ ۱۴۷

[4] Hadith & New Testament p.30 (Goldziher)

یہ بھی ایک حدیث بن گئی اوران الفاظ میں پائی جاتی ہے" خدا کے ایسے خادم ہیں جو خدا میں کھاتے اورخدا میں پیتے اورخدا میں چلتے ہیں[1]"۔

اس حدیث میں بھی سیدنا مسیح کے اُن الفاظ کو کچھ بدلا ہے" اس زمانے کے لوگوں کو میں کس سے تشبیہ دوں وہ اُن لڑکوں کی مانند ہیں جو بازاروں میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پکارکر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے بانسلی بجائی اورتم نہ ناچے۔ ہم نے ماتم کیا اورتم نے چھاتی نہ پیٹی "(متی ۱۱: ۱۶، ۱۷)۔ اوریہ بیان ہے کہ سیدنا مسیح پر یہ الفاظ نازل ہوئے " ہم نے تم میں تمنا پیدا کی لیکن تم نے تمنا نہ کی اورہم نے تمہارے لئے ماتم کیا لیکن تم نہ روئے[2]۔

مسیح نے اونٹ کی ایک تشبیہ دی کہ وہ سوئی کے ناکے میں سے کیسے گذرسکتا ہے" اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (مرقس ۱۰: ۲۵)۔ غالباً حضرت محمد نے یہ الفاظ مسیحیوں سے سنے ہوں گے۔ لیکن اُنہوں نے بصورت الہام ان کو بیان کیا" فی الحقیقت جنہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور فخر کرکے اُن سے کنارہ کشی کی آسمان کے دورازے اُن پر نہ کھلیں گے نہ وہ بہشت میں داخل ہونگے حتی کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گزرجائے[3]" قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں مفسروں نے بہت خیال دوڑائے اوروہ سب بصورت حدیث حضرت محمد سے منسوب ہیں۔ چنانچہ یہ قول اُن سے منسوب ہے" فی الحقیقت جب کافر نوکر اس دنیا سے رحلت کرنے پر ہو اوراس کی روح پروازکرنے کو تو سیاہ فام فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں اوراُن کے ہاتھ میں ٹاٹ کے کپڑے اوروہ مُردے سے حتی المقدوردوبیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ملک الموت آتا ہے تاکہ اُس کے سرہانے بیٹھے وہ آن کر یہ کہتا ہے اے ناپاک روح خدا کے غضب کےلئے باہر آ۔ رسول خدا نے کہا تب اس کافر کے بدن میں روح تلملاتی ہے۔پھر ایک ملک الموت اُسے قبض کرلیتا ہے۔ جیسے بھیگے اون سے گرم پانی نکلتا ہے اورنچوڑتے وقت کچھ پانی اس میں رہ جاتا ہے

---

[1] الفشانی صفحہ ۵۲۔

[2] العقد الفرید جلداول صفحہ ۲۹۷

[3] سورہ الاعراف آیت ۲۹۔

۔ یوں کافر کی روح کو زوروزبردستی سے اُس کی رگوں میں سے نکلاتے ہیں۔پھر ملک الموت ا س کافر کی روح کو لے کر ایک لمحہ بھر بھی اس کے پاس اس کے پاس اُس کے پاس رہنے نہیں دیتے لیکن وہ اُسے ٹاٹ میں لپیٹتے ہیں اوراُس روح میں سخت بدبونکلتی ہے ۔جیسے کسی زمین پرپڑی سڑی لا ش سے نکلتی ہے ۔ پھر فرشتے اُس کو اوپر کی طرف لے جاتےاورجس گروہ فرشتگان کے پاس سے گذرتے ہیں تووہ پوچھتے ہیں ۔ یہ کس کی گندی روح ہے؟ وہ یہ جواب دیتے ہیں جواس دنیا میں اُس کو ملے تھے حتیٰ کہ اُس کو لے کر وہ زیرین آسمان تک جاپہنچتے ہیں اور دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں۔لیکن وہ کھولا نہیں جاتا ۔ تب رسول نے یہ مکاشفہ بیان کیا" اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے نہ جائیں گے اورنہ کبھی وہ بہشت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گذرجائے[۱]" ایسے ہنسی خیزاورخلاف سائنس بیان کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ۔ کوئی ذی ہوش مسلمان یہ نہ مانے گاکہ انسان کا روحانی حصہ جو روح کہلاتا ہے کسی طرح کی خوشبو یابدبورکھتا ہے۔ یہ ساری حدیث اس امر کی مثال ہے کہ نادان اورلا پراوہ اشخاص نے ایسی حدیثیں اختراع کرلیں اوراُن کو مقبول عام بنانے کی خاطر اُن کو حضرت محمد سے منسوب کیا۔

انجیل میں یہ لکھا ہے کہ مسیح کے ایک شاگرد نے اُن کے پاس جاکر یہ کہا " اے مولا اگرمیرا بھائی گناہ کرتا رہے تومیں کتنی دفعہ اُسے معاف کروں؟ کیاسات دفعہ تک سیدنا مسیح نے اُس سے کہا۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات دفعہ بلکہ سات دفعہ کے سترگنے تک"(متی ۱۸: ۲۱، ۲۲)۔ اس واقعہ کو مسلمانوں نے حضرت محمد سے منسوب کرکے یوں بیان کیا" ایک شخص نے رسول سے آکر کہا۔ " اے رسول خدا کتنی دفعہ میں اپنے خادم کے قصوروں کو معاف کروں" وہ چپ رہے ۔ اُس آدمی نے پھرپوچھا لیکن آنحضرت نے پھر کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن جب اُس نے تیسری دفعہ پوچھا تواُنہوں نے کہا تواپنے خادم کو ہرروزستردفعہ معاف کیاکر[۲]۔

---

[۱] سورہ الاعراف آیت ۳۹

[۲] مشکوات المصابیح کتاب النکاح

بائبل میں عملی مہربانی کا بیان اُس موقعہ پر آیا ہے جب مسیح نے آخری عدالت کا نقشہ کھینچا اوربتایا کہ وہ منصف ہوگا۔ اورہرایک کو اُس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔ مسیح کے الفاظ یہ ہیں:

" جب ابن آدم اپنی عظمت میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تب وہ اپنی بزرگی کے تخت پر بیٹھے گا۔ اورسب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جُدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جُدا کرتا ہے ۔ اوربھیڑوں کو اپنے دہنے اوربکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے پروردگار کے مبارک لوگو جو بادشاہی بنائی عالم سے تمہارے لئے تیارکی گئی ہے اسے میراث میں لے لو۔کیونکہ میں بھوکا تھا ،تم نے مجھے کھاناکھلایا ، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، میں پردیسی تھا، تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا ۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا ، بیمار تھا تم نے میری خبرلی ، قیدمیں تھا ، تم میرے پاس آئے ، تب دیانتدار جواب میں اس سے کہیں اے مولا ہم نے کب آپ کو بھوکا دیکھ کرکھانا کھلایا، پیاسا دیکھ کرپانی پلایا؟ ہم نے کب آپ کو پردیسی دیکھ کرگھرمیں اتارا ؟ یا ننگا دیکھ کرکپڑا پہنایا؟ ہم کب آپ کو بیماردیکھ کرآپ کے پاس آئے ؟ بادشاہ جواب میں ان سے فرمائے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی کےساتھ یہ سلوک کیاتو میرے ہی ساتھ کیا۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اے ملعونو میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اوراس کے فرشتوں کے لئے تیارکی گئی ہے۔ کیونکہ میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانہ کھلایا،پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی نہ پلایا ۔ پردیسی تھا تم نے مجھے گھرمیں نہ اتارا ، ننگا تھا، تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا ، بیماراورقید میں تھا ، تم نے میری خبرنہ لی، تب وہ بھی جواب میں کہیں گے اے مولا !ہم نے کب آپ کو بھوکا یا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیماریا قید میں دیکھ کرآپ کی خدمت نہ کی ؟ اس وقت وہ ان سے فرمائے گا یہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا تو میرے ساتھ نہ کیا؟(متی ۲۵: ۳۱ سے ۴۵)۔

اس باب میں جوکچھ کہا گیا اُس میں خاص جملے کو کچھ بدل کر مسلمانوں نے حضرت محمد سے منسوب کردیا۔ یہ حدیث مشکوات میں مندرج ہے اور ابوہریرہ نے اس کی روایت کی ہے۔ وہاں یہ قصہ آیا ہے" سچ مچ روز قیامت میں خدا یہ فرمائے گا اے بنی آدم میں بیمار تھا۔ اورتم نے بیمار پُرسی نہ کی اوربنی آدم یہ جواب دیں گے۔ اے ہمارے حافظ ہم تیری بیمار پرُسی کیسے کرتے توتورب العالمین ہے اورخدا یہ کہے گا اے لوگو تمہیں معلوم نہیں کہ میرے خادموں میں سے فلاں شخص بیمار تھا اورتم نے اُس کی بیمارپُرسی نہ کی۔ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ اگر تم اُس کی بیمارپُرسی کے لئے گئے ہوتے تومجھے پاتے ؟ اورخدا روزقیامت میں فرمائے گا اے بنی آدم میں نے تم سے کھانا مانگا اورتم نے مجھے نہ دیا۔ اوربنی آدم جواب دینگے اے ہمارے رب ہم کیسے کھانادیتے توتوعالموں کا پروردگار ہے اورخدایہ کہے گا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے خادموں میں سے فلاں شخص نے تم سے کھانا مانگا اورتم نے اُسے کھانا نہ دیا۔کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اگرتم اس کو کھانا دیتے توتم کو میرے ساتھ اجر ملتا؟ اورخدا روز قیامت میں فرمائے گا۔ اے بنی آدم میں نے تم سے پانی مانگا اورتم نے مجھے پانی نہ دیا۔ وہ کہیں گے۔ اے رب ہمارے ہم کیسے تجھے پانی دیتے توتورب العالمین ہے۔ خدا جواب دے گا میرے خادموں میں سے فلاں شخص نے تم سے پانی مانگا تھا اورتم نے اُسے نہ دیا۔ کیا تمہیں معلوم نہ تھا۔ اگرتم اُسے دیتے توتم میرے ساتھ اُسے پاتے[1]۔

بائبل مقدس کی تعلیم کواس طرح سے اخذکرکے اسلامی حدیث کے طورپر پیش کرنا صاف ظاہر ہے اورکسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ غور سے پڑھنے والے کو معلوم ہوجائے گا کہ جب اس حدیث نے موجودہ صورت پکڑی توعلم دین اپنا کام کرہا تھا۔ یہاں مسیح کی جگہ دنیا کا منصف اسلامی خدا ہے اوراس حدیث میں اعمال کے ذریعہ نجات پانے پربہت زوردیا گیا ہے۔

اس باب کو ختم کرنے سے پیشتر ایک دواوراقتباس کافی ہوں گے انجیل میں مسیح کی موت کا جوبیان آیا ہے۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ مسیح نے اپنے قاتلوں کے لئے

---

[1] مشکوات المصابیح۔ کتاب الجنائز۔

دعا مانگی " اے باپ !انہیں معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں " (لوقا ۲۳ ۳۴)۔ اس واقعہ کوبھی حدیث کی صورت میں بدل کر حضرت محمد کے ذمہ لگایا۔ اور گویا وہ یہ کہہ رہا ہے " کسی نبی کی اُمت نے اُسے مار زخمی کردیا اورجب وہ اپنے چہرے سے خون پونچ رہا تھا تو اُس نے یہ کہا۔" اے میرے خدا میرے لوگوں کو معاف کر کیونکہ وہ نہیں جانتے [۱] "۔

سیدنا مسیح نے گتسمنی کے باغ میں جو دعا مانگی جب وہ اپنی موت کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ بائبل مقدس کے سب پڑھنے والوں کو معلوم ہے۔ انجیل میں وہ یوں مرقوم ہے " اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی ہو"(لوقا ۲۲: ۴۲)۔ اس موثر قصے کا جو ہنسی خیز بیان حدیث کی صورت میں آیا ہے اُس کی نسبت تعلیم یافتہ صاحب عقل مسلمان کیا کہیں گے۔ اس حدیث کے پہلے حصے میں ذکر ہے کہ ملک الموت جب موسیٰ کے نزدیک گیا تاکہ اُس کے بدن پر قبضہ کرے تو اُس بزرگ شارع نے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اس کے بعد حدیث میں یوں آیا ہے۔

" ولعل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قدنظم الاخری فاعماہ لان عیسیٰ علیہ السلام کان اشد للموت کراھیہ من موسیٰ علیہ السلام وکان ویقول اللهمه ان کنت صارفا هذه الکاس عن احد من الناس فاصرفہا عنی۔

"عیسیٰ ابن مریم نے فرشتے کی دوسری آنکھ کو پھوڑ کر اُس کو اندھا کردیا۔ کیونکہ عیسیٰ موسیٰ سے بھی زیادہ موت سے خوف کھاتے تھے اورخدا سے یہ کہہ کر دعا مانگی" اگر تو کسی سے یہ پیالہ دورکرسکتا ہے تو مجھ سے اُس کو دورکر [۲] "۔

اس کتاب کی حدود سے ہم باہر نکل جاتے اگرہم تفصیلی وار بیان کرتے کہ مسیحی دین نے اسلامی علم ادب پر کہاں تک اثر کیا۔ مثلاً قصص انبیا جیسی کتابوں میں۔ یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اگرچہ ایسی کتابوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کا حصر پہلی کتابوں پر ہے توبھی اُن سے یہ مترشح ہے کہ انجیل کی تاریخ کا حضرت محمد کی نسبت بہت زیادہ گہرا علم

---

[۱] زبدہ البخاری صفحہ ۱۷۵

[۲] تاویل مختلف الحدیث صفحہ ۳۵۱۔

اُن کو حاص تھا۔ البتہ اسلامی مسائل کی خاطر اُس کو اُنہوں نے بہت کچھ ادلا بدلا اورتوڑمروڑکیا۔ جوصاحبان اس باب کے مضمون کے بارے میں مزید علم حاص کرنا چاہتے ہیں وہ ڈاکٹر زویمر صاحب کی کتاب (The Moslem Christ)اور Kaelleصاحب کی کتاب (Muhammad –Mohammedanism) کا مطالعہ کریں۔

پانچواں باب

حدیث اورقرآن

حدیث اور قرآن کہ درمیان ٹھیک رشتہ بتانا توآسان نہیں ایک تویہ نظر آتا ہے کہ حدیث کا ایک بڑاحصہ تومحض قرآن کی توسیع وتوضیح ہے۔ خاص کراُن فصلوں سے یہ ظاہر ہے جن میں قیامت عدالت اوربہشت کا بیان ہے۔ قرآن میں جن رسوم شرعی کا ذکرہوا ہزاروں حدیثوں میں جو حضرت محمد سے منسوب ہیں اُن کی توسیع وتوضیح کے سوا اورکچھ نہیں۔ جیسا کہ ایک گذشتہ باب میں مذکورہوا۔ ان احادیث کا بڑا کام یہی ہے کہ قرآن کی تفسیروتشریح کریں۔ چنانچہ قرآن کے پہلے مفسروں نے مشکل آیات کی تفسیر کے لئے حدیثوں ہی سے کام لیا۔اوراسی طرح قرآن میں جوتاریخی حوالے آئے ہیں ان کی تشریح احادیث کی مددہی سے کی۔ چنانچہ یہاں انہیں قرآن کی مشکلات کا حال مل گیا اوروہ بھی ایسا کہ جس پر حضرت محمد کی مہر لگی ہو۔ اُن کے نزدیک اس کا مضائقہ نہ تھا کہ کوئی حدیث اخلاق وآداب کے قوانین کے خلاف تھی یا

اُن میں واہیات سائنس کی تعلیم تھی یا دنیا کی پیدائش کا غلط بیان تھا۔ اُس کی تو اسناد حضرت محمد تک پہنچ رہی تھیں۔ اس لئے بے چون وچرا اُن کو قبول کرلیا۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن کی تفسیروں میں بعض اوقات ایسی فحش اورگندی باتوں کا ذکر آگیا۔ مابعد باب میں ہم اس کا کچھ اورذکر کریں گے۔ لیکن ہم سرسری طورپر یہ یاددلاتے ہیں کہ احادیث کا خاص کام یہ تھاکہ قرآن کی آیات کی نسبت جوکچھ حضرت محمد نے فرمایا تھا اُس کو محفوظ رکھیں۔

توبھی ان دونوں کے درمیان رشتے کا یہ جزوی بیان ہے۔ یہ ذکر ہم کرآئے ہیں کہ بعض حدیثیں قرآن کی تعلیم کے عین خلاف ہیں۔ اوراس لئے خود حضرت محمد کے قول کے مطابق کہ " جوحدیث قرآن کے مطابق نہ ہو وہ صحیح نہیں" ایسی حدیثوں کو جھوٹی سمجھ کر ردکرنا چاہیے ۔ ان میں سے بعض حدیثیں محض مباحثہ کی وجہ سے موضوع ہوئیں تاکہ حضرت محمد کوہرطرح سے دیگر انبیاء سے بالاواعلیٰ ظاہر کیا جائے۔ اس گروہ میں وہ حدیثیں شامل ہیں جن میں حضرت محمد کے معجزوں کا ذکر آیا ہے۔ پہلے باب میں ہم بیان کرآئے ہیں کہ قرآن میں باربار حضرت محمد نے معجزہ کرنے سے انکار کیا حالانکہ بہت حدیثوں میں حضرت محمد کوایک بڑا معجزہ بیان کیا ہے ۔ ایسی ساری حدیثیں مابعد زمانے کی اختراع ہیں۔ اوراس لئے مزید بیان کی ضرورت نہیں۔

بعض احادیث میں انسان کے دلی تقاضہ کا اظہار ہے جو قرآن کی تعلیم سے پورا نہ ہوسکتا تھا۔ اس گروہ میں وہ ساری حدیثیں داخل ہیں جن میں حضرت محمد کوآخری روز گناہگاروں کا شفیع ظاہر کیا گیا ہے ۔ مسلمانوں نے ایک درمیانی کی ضرورت کو محسوس کیا اور درمیانی کے انکار کی جوتعلیم قرآن میں ملی اُس سے اُن کے دلوں کی تشفی نہ ہوئی ۔اس لئے ایسی حدیثوں کی ضرورت پڑی۔ ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ کسی دیگر شخص کی نیکی کے ذریعے گناہوں کی معافی کی امید ہوسکتی تھی۔ یہ توامر مسلم ہے کہ اس مضمون کے بارے میں قرآن کی شہادت ہمیشہ متفق نہیں۔ توبھی بعض آیات صاف طورسے بتاتی ہیں کہ کوئی سفارش یاشفاعت نہ ہوگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ

"اے ایمان دارو کہ جوکچھ ہم نے تم کو بخشا ہے اُس میں سے خیرات دوپیشتراس سے کہ وہ دن آئے کہ نہ تجارت ہوگی نہ دوستی اورنہ شفاعت (سورہ البقرہ ۲۵۳)۔

ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ

"تمہیں کون سکھائے گا کہ روزِعدالت کیا ہے ؟ یہ ایسا دن ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کوکچھ نہ کرسکے گا۔ اُس دن سارا حکم خدا ہی کا ہے"(سورہ الانفطار۔ آیت ۱۹)۔

اگرقرآن کے ان بیانات کا مقابلہ احادیث سے کیا جائے تو ناظرین کو وہ بڑا فرق معلوم ہوجائے گا کہ جوحضرت محمد کی تعلیم اوراُن کے تبع تابعین کی تعلیم میں اس اہم مسئلے کی نسبت تھا۔ مثلاًایک حدیث میں یہ الفاظ حضرت محمد سے منسوب ہیں جن میں حضرت محمد کےاس بیان کے بعد کہ روزآخرت کوجب سارے انبیاء اپنے کسی نہ کسی قصور کے باعث شفاعت کرنے سے انکارکریں گے تب مسلمان میرے پاس آئینگے اورمیں خدا کی درگاہ میں جانے کی اجازت طلب کروں گا اور وہ اجازت مجھے مل بھی جائے گی۔ اورمیں قادر مطلق خدا کودیکھوں گا۔ اورمیں اُس کے آگے سجدہ کروں گا اورجب تک وہ چاہے گا وہاں رہنے دے گا اورپھر یہ کہے گا اے محمد تواپنا سر اٹھا اورجو کہنا چاہتا ہے کہ تیری دعا سنی جائے گی اورمقبول ہوگی۔ اورجس کے لئے تو فضل مانگے گا اُس کے لئے مقبول ہوگا اورجوکچھ تومانگے گا تجھے ملے گا۔ تب میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی حمدوتمجید ایسے لہجے میں کرونگا جووہ مجھے اُس وقت سکھائے گا ۔ اُس کے بعد میں اُن کے لئے سفارش کروں گا اورخدا یہ فرمائے گا۔ خاص قسم کے لوگوں کے لئے شفاعت کرتب میں اُس کی حضوری میں سے نکل کر اُس خاص گروہ کودوزخ کی آگ میں سے نکال لاؤں گا۔ اوربہشت میں لے جاؤں گا ۔ اس کے بعد پھر خدا کی درگاہ میں جاکر ایک دوسرے گروہ کے لئے فضل طلب کروں گا اوراُن کو دوزخ میں سے نکال کر بہشت میں پہنچاؤں گا ۔ اس کے بعد میں بہشت میں جاؤں گا ۔ اوریہی میں سارے مسلمانوں کے لئے کروں گا۔ حتیٰ کہ کافروں کے سوا کوئی اور شخص دوزخ میں نہ رہے گا[1]۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت محمد سے یہ

---

[1] مشکوات المصابیح باب الحوض والشفاعت

روایت ہے " بلاآخر میں خدا کا محبوب ہوں۔ اورروزقیامت کوحمد کا علم بردار میں ہی ہوں گا۔ اوراس کے نیچے آدم اورباقی سارے انبیاء ہونگے۔ اورمیں پہلا شفیع ہونگا۔ اورپہلا شخص جس کی شفاعت روزقیامت کو مقبول ہوگی[1]۔

یہ اورایسی ہی درجنوں دیگرحدیثیں شفیع کے لئے دل کے نقش شدہ تقاضا کا اظہارہیں۔ گنہگاروں کی اس فریاد کا گلا نہیں گھونٹ سکتے۔ گوقرآن کی تعلیم اس کے برخلاف ہو۔ آج ساری محمدی دنیا میں مردوزن اپنے رسول کے شفاعت کے منتظر ہیں تاکہ وہ انہیں اُن کے گناہ کے نتائج سے بچائے۔ دنیا کے سارے ممالک میں اورسارے زمانوں میں انسان نے نجات دہندہ کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اورباقیوں کی طرح مسلمان بھی اس امید کے سہارے بیٹھے ہیں کہ منجانب اللہ مقررکردہ نجات دہندے کی وساطت سے وہ خدا کی رحمت کو حاصل کریں گے ۔ پس یہ حدیثیں مسلمانوں کی امیدوں اورخیالوں کا آئینہ ہیں اوران میں مفصل قصے مذکور ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا۔

---

[1] مشکوات المصابیح۔باب فضایل سید المرسلین

انسان کے دل میں ایک اورضرورت کا احساس پایا جاتا ہے۔ یعنی گناہ کے لئے کفارے کا ۔ سارے زمانوں میں لوگوں کو یہ یقین رہا کہ خون کے بہانے جانے کے ذریعے سے گناہوں کی معافی حاصل ہوتی ہے۔ اورجہاں کہیں نوع انسانی پائی جاتی ہے وہاں کسی نہ کسی صورت کی قربانی بھی پائی جاتی ہے۔ مگر قرآن نے اس قدرتی الہٰی تقاضا کو غلط ٹھہرایا۔ اوریہ تعلیم دی کہ قربانی میں کوئی کفارہ بخش تاثیر نہ تھی۔ چنانچہ یہ لکھا ہے" ہم نے خدا کی قربانی کے واسطے تمہارے لئے اونٹوں کو مقررکیا۔ان میں بہت فائدہ ہے اس لئے خدا کا نام ان پر پڑھو (جب تم انہیں ذبح کرو) جب کہ وہ قطار میں کھڑے ہوں۔ اورجب وہ اپنے کروٹ پر گرپڑیں اوراُن میں سے کھاؤ اورجو قانع ہے اُس کو کھلاؤ خواہ وہ مانگے یا نہ مانگے یوں ہم نے اُن کو تمہارے ماتحت کیا تاکہ تم شکرگزار ہو۔ کسی طرح بھی اُن کا گوشت خدا تک پہنچ نہیں سکتا۔ نہ اُن کا خون البتہ تمہاری دینداری اس تک پہنچتی ہے[2]۔

---

[2] سورہ الحج آیت ۳۷، ۳۸

لیکن یہاں بھی مسلمانوں کے دلوں نے اپنی باطنی آواز کی طرف سے دروازے بند نہ کرلئے۔ اوراس لئے بہت حدیثوں میں فدیہ کیلئے قربانیوں کا ذکر آیا ۔ اوربیان کیاکہ خودحضرت محمد نے اپنے لئے اوراپنی امت کیلئے قربانیاں چڑھائیں۔ شاید یہ تاریخی طورپر ردرست ہو کہ حضرت محمد نے قربانی کے لئے اونٹوں کو ذبح کیا۔ لیکن قرآن کی مذکورہ بالا آیت کے لحاظ سے یہ ماننا مشکل ہے کہ اُنہوں نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہوں جوحدیث میں اُن سے منسوب ہیں۔ بہرحال یہ توامر واقعی ہے کہ آج تک مسلمانوں کا مرکزی تیوہار عیدالضحیٰ ہے۔ یعنی قربانی کی عید۔ اس کی تفصیل قرآن میں نہیں پائی جاتی بلکہ احادیث میں کہ یہ عید کیسے مقررہوئی ۔ اورانہیں حدیثوں میں حضرت محمد سے ایسے خیالات منسوب ہیں جوقرآن کی قربانی کی تعلیم سے بہت بعید ہیں۔چنانچہ مسلم میں حضرت محمد کی یہ حدیث مندرج ہے کہ جب حضرت محمد نے قربانی ادا کی۔

اخذ الکبش فاضعه ثم ذبحه ثم قال بسم الله اللهمه من محمد وآل محمد ومن امه محمد ثم ضحی به۔

" مینڈھے کو پکڑا اوراُسے کروٹ پر گرایا۔ اورپھر اُسے ذبح کیا۔ تب یہ کہا بسم اللہ ۔ اے خدا محمد کی طرف سے اورمحمد کی آل کی طرف سے اورمحمد کی اُمت کی طرف سے اس کو قبول کر۔تب اُس نے اُس کو قربانی چڑھایا[1]" ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت محمد نے دومینڈھوں کی قربانی دی اور قربانی کے وقت یہ کہا:

اللهم منك ولك عن وامته بسم الله اکبر۔

" اے خدا یہ تیری طرف سے ہے اورتیرے لئے محمد اوراُس کی اُمت کی طرف سے بسم اللہ اللہ اکبر[2]۔

یہ قابل غور ہے کہ عبدالحق شارح مشکوات نے الفاظ" تیری طرف سے اورتیرے لئے " کا یہ ترجمہ " تیری مہربانی سے اورتیری تشفی کے لئے "۔

مابعد مسلمانوں نے ایک اورحدیث حضرت محمد سے منسوب کی اورحدیث کی صورت میں ہم تک پہنچی ہے۔ وہ یہ ہے" قربانی کے دن جوخدا کی سب سے زیادہ پسند ہے وہ خون

---

[1] صحیح مسلم ۔ جلد دوم صفحہ ۱۶۳۔

[2] مشکوات المصابیح باب العادیات

کا بہنا ہے ۔کیونکہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اپنے بالوں اوراپنے کھروں سمیت آئے گا۔ اور فی الحقیقت خدا اس کے خون کو قبول کرتا ہے پیشتر ہے اس سے کہ وہ زمین پر گرے[1]۔ یہ قابل لحاظ ہے کہ یہ حدیث لفظی طور سے قرآن کے بیان کے خلاف ہے کیونکہ وہاں تو یہ آیا ہے کہ قربانی کے جانور کا نہ گوشت اورنہ خون خدا تک پہنچتا ہے۔ دیگر الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں ایسے عقیدے کی تعلیم ہے کہ قربانی میں کفارہ بخش تاثیر پائی جاتی ہے۔

اورشائد سب سے صریح بیان قربانی میں کفارہ کی تصدیق کرنے والا اس حدیث میں ہے جس میں حضرت محمد یہ کہتے ہیں کہ روزقیامت کویہودی اورمسیحی مسلمانوں کے گناہوں کے کفارہ کے لئے دوزخ میں ڈالے جائیں گے ! یہ حدیث مسلم میں یوں بیان ہوئی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاکان یوم القیامتہ دفع اللہ الی کل مسلمہ یہودیا ونصرانیا فیقول ھذا فکاکک من النار،

"رسول خدا نے فرمایا کہ روزقیامت کو خدا ایک ایک یہودی یا نصرانی کوایک ایک مسلمان کے ہاتھ میں دے گا اوریہ کہے گا نارودوزخ سے یہ تمہاری مخلصی کا وسیلہ ہے[2]۔ اس حدیث میں کفارے کی قربانی کا صاف الفاظ میں ذکر ہے۔ چنانچہ عبدالحق نے اس پر یہ لکھا:

گویا کافرعوض اوربدل مومنوں کے ہیں بیچ جگہوں کے کہ دوزخ میں ہیں"۔

احادیث میں ایک اوراسلامی رسم کا ذکر آتا ہے، جودراصل عرب بُت پرستوں کی رسم تھی۔ وہ رسم عقیقہ کہلاتی ہے ۔ وہ رسم یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں روزاُس کا سرمونڈا جاتا ہے لڑکا یالڑکی ہونے کے لحاظ سے دویا ایک بھیڑ قربانی گزارنی جاتی ہے۔ مشکوات میں یہ صاف بیان ہوا ہے کہ یہ رسم قبل ازاسلام مروج تھی۔ چنانچہ یہ لکھا ہے کہ " بریدہ نے کہا کہ ایام جہالت میں ہماری یہ رسم تھی کہ جب ہم میں سے کسی کے گھرلڑکا پیدا ہوتا توہم بکری ذبح کرکے بچہ کے سرپر اُس کا خون ملا کرتے تھے، اورجب دین

---

[1] مشکوات المصابیح باب العادیات

[2] مشکوات المصابیح ۔ باب الحساب

اسلام کا رواج ہوا توہم ساتویں دن بکری کو ذبح کرتے اوربچے کے سرکو مونڈ کر زعفران اس کے سر پر ملاکرتے تھے[1]" قرآن میں اس رسم کی طرف اشارہ تک نہیں"۔ لیکن حدیثوں نے اس رسم کی بنیاد ڈالی اورسارے مسلمانوں میں آج اس کا رواج پایا جاتاہے ۔ہم نے اس غرض سے اس کا ذکر کیاکہ اس سے بھی اسلام میں معاوضہ کی قربانی کی تصدیق ہوتی ہے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت محمد حسن اورحسین کے لئے بھی ایک ایک مینڈھا قربانی کیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ اُنہوں نے یہی ہدایت کی کہ اُس کی اُمت کے لوگ اپنے بچوں کے لئے قربانی چڑھایا کریں" جس کے گھر بچہ پیدا ہوتو وہ اس کے لئے قربانی چڑھائے ۔ اگر بیٹا ہوتو دوبھیڑیں اوراگر بیٹی ہوتوایک بھیڑ[2]"۔ سمر نے ایک اورحدیث روایت کی جس میں حضرت محمد یہ کہتے ہیں " ہر نربچے کا فدیہ اُس کے عقیقے کے ذریعے کیا جائے جوساتویں روز اس کے لئے قربانی چڑھائی جائے۔ اوریوں خطرہ اس پر سے ٹل جائے گا[3]۔

عقیقے کی رسم کے وقت جودعا کی جاتی ہے اس سے کچھ شک باقی نہیں رہتا کہ اس رسم کے آج کل کیا معنی ہیں اوراس سے ظاہر ہے کہ اہل اسلام قرآن کی تعلیم سے کس قدرتجاوز کرگئے ہیں۔ وہ دعا یہ ہے۔ اے خدا یہ میرے فلاں فلاں بچے کے عقیقے کی قربانی ہے۔ اس کا خون یا اُس کے خون کے عوض اُس کا گوشت اُس کے گوشت کے عوض۔ اُس کی ہڈی اس کی ہڈی کے عوض ۔ اُس کا چمڑا اُسکے چمڑے کے عوض۔ اس کے بال اُس کے بال کے عوض ۔ اے خدا آگ سے بچانے کے لئی ء یہ میرے کے بیٹے کے واسطے فدیہ ہو۔ فی الحقیقت میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف پھیرا ہے جس نے آسمان وزمین کو خلق کیا۔ حقیقی مومن[4]۔

الغرض احادیث میں جوقربانی کا تصورپایا جاتاہے اس میں قربانی کی کفارہ بخش تاثیر پرایک اندرونی یقین پوشیدہ

---

[1] مشکوات المصابیح ۔ کتاب الطعام۔
[2] مشکوات المصابیح ۔ کتاب العطام
[3] مسلم ورلڈ۔ جلد ششم صفحہ ۲۴۹
[4] زبدتہ البخاری ۔ صفحہ ۱۸۸

ہے جوکہ دنیا کی قوموں میں عالمگیر ہے۔ اگر خودخدا نے یہ یقین انسان کے دل میں نقش کیا تو قرآن کی تعلیم اس کے خلاف ہے اوراس لئے یہ قرآن کےلئے مفر ہے!

اگراحتیاط کے ساتھ احادیث کا قرآن سے مقابلہ کریں توان میں بے شمار اختلاف وفرق پائے جائیں گے۔ ان میں سے بہتوں کا خاص تعلق حضرت محمد سے ہے جوحدیثوں میں تقریباً خدائی درجہ تک پہنچائےگئے اوراُن کو ایسی عزت دی گئی جوصرف خدا ہی کا حق ہے۔ اس جگہ اس کی تفصیل دینے میں طوالت ہوگی۔ لیکن ان حدیثوں میں جومبالغہ آمیز عبارت آئی ہے اس کی ایک مثال اس حدیث میں پائی جاتی ہے جو حضرت محمد سے منسوب ہے" قبرمیں سے نکلنے والوں میں سے میں پہلا شخص ہوں اورمیں انسان کا ہادی ہوں جب کہ وہ خدا کی درگاہ میں جائے گا ۔ اورخدا کے مقربین کے لئے فضل ورحم کا متکلم ہوں جب کہ سارے انبیاء بخود ہوں گے اورمیں ہی فضل ورحم کی درخواست کروں گا جب کہ سارے آدمی کھڑے کئے جائیں گے۔ اورصاحب فضل کو میں ہی خوشی کی خبر سناؤں گا جب کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہوگا اوربہشت کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اورحمد کا علم بھی۔ اوراپنے رب کے نزدیک بنی آدم سے میرا درجہ سب سے اعلیٰ ہوگا۔ خاص کراُس دن اورہزاروں خادم میری خدمت کررہے ہوں گے ۔جوبکھرے موتیوں کی طرح ہوں گے[1]۔ حضرت محمد کا جلال اس قدرعظیم بیان ہوا ہے کہ اُس کے شاگرد اوراس کی بیویاں بھی خدا کی طرف سے آفرین اورتحسین میں شریک ہیں۔ مثلاً روایت ہے کہ حضرت محمد نے اپنے ایک شاگرد دعوبےٰ ابن کعب سے یہ الفاظ کہے" فی الحقیقت خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں قرآن پڑھ کر تجھے سناؤں۔ اُس نے حیران ہوکریہ جواب دیا کیا خدا نے میرا نام لے کر تجھے کہا؟ رسول نے کہا۔ ہاں تب اس خوف زدہ عوبےٰ نے کہا کہ رب العالمین نے میرا نام مذکورکیا اورزارزار رونے لگا" بخاری نے ایک دوسرے اصحابی کا بھی ذکر کیا ہے کہ" جس کی موت کے وقت خدا کا عرش بھی لرزنے لگا[2]"۔ ایک اورحدیث میں اوربھی کفرآمیزالفاظ آئے ہیں جس کا ذکر ہے

---

[1] مشکوات المصابیح۔ باب فضایل سید المرسلیں۔

[2] زبدہ البخاری ۔ صفحہ ۱۸۸۔

کہ جبرئیل فرشتہ حضرت محمد کے پاس آیا اوراُس نے کہا کہ خدا کااسلام اور میرا سلام خدیجہ اپنی بیوی کو پہنچادے، اورجبرئیل نے یہ بھی کہا کہ بہشت میں مکان کا مژدہ اُس کو دے[1]"۔

ہم یہ ذکر کرآئےہیں کہ جو ذکر حضرت محمد کا قرآن میں آیا ہے وہ مذکورہ بالا احادیث کے بیان کے برعکس ایک کمزوری ،غلطی کرنے والا فانی انسان ہے جس کی مغفرت کے لئے دعاؤں کا باربار مذکورہوا اور جسے ایک موقعہ پر ایک مفلس نابینا فقیر سے بدسلوکی کرنے پر خدا کی طرف سے عتاب بھی ہوا[2]۔ قرآن میں نہ حضرت محمد کے معجزوں کا ذکر ہے۔ اورنہ اُن کی شفاعت کرنے کا، حالانکہ حدیثیں اُن کے بیانات سے بھری پڑی ہیں۔ اورحدیثوں میں قربانی کی کفارہ بخش تاثیر کا ذکر ہے جوقرآن کے بالکل مغائر ہے۔ توبھی ہم عصر شہادت کا زورمابعد شہادت کی نسبت زیادہ ہے اورلاکلام حدیثوں سے کہیں زیادہ صحیح بیان حضرت محمد کی تعلیم کا قرآن میں پایا جاتا ہے۔

اس باب کوختم کرنے سے پیشتر ایک اوربات کا ذکر کرنا چاہیے۔ ہم نے یہ ذکر کیا تھاکہ شفاعت اورکفارہ کا عالمگیر عقیدہ ہے ۔ انسانی دل کی اس بڑی امید کو ہمیشہ کے لئے دبا نہیں سکتے اوراگرحق جومسلمانوں کوقرآن میں نجات کے اس منجانب اللہ وسائل کا کافی اظہارنہ ملے توان کی عقلمندی میں داخل ہوگا کہ انسان کے دل کے اس تقاضا کی تشفی کسی اورجگہ تلاش کریں۔ وہ انہیں مسیح میں ملے گی جس نے اپنی جان گناہ کے فدیہ میں دی اوراب خدا کے داہنے ہاتھ ہے اورہمارے لئے شفاعت کرنے کےلئے ہمیشہ تک زندہ ہے۔

---

[1] زبدتہ البخاری ۔ صفحہ ۱۸۸۔

[2] سورہ العبس اورتفسیر بیضاوی

چھٹا باب

احادیث اورعقل

گذشتہ بابوں میں ہم بیان کرآئے ہیں کہ اکثر حدیثیں جوحضرت محمد کے نام سے دنیا میں مروج ہیں وہ الہٰی مکاشفہ ہونے کی بجائے مابعد زمانے کی اختراع ہیں۔ ہم یہ بھی ذکر کرچکے ہیں کہ بہت حدیثیں جوحضرت محمد سے منسوب ہیں ومسیحی کتابوں سے الٹ پلٹ کرکے لی گئی ہیں۔بعض ایسی حدیثیں بھی ہیں جوقرآن کی تعلیم کے صریح خلاف ہیں۔ اس لئے کسی سچے مسلمان کے لئے اُن کا ماننا ناممکن ہے۔ اس باب میں ہم اس مضمون پر ایک پہلو سے نظر ڈالیں گے۔ اوریہ دریافت کریں گے کہ جس صورت میں یہ حدیثیں اب موجود ہیں کیا وہ ازروئے عقل مکاشفہ الہٰی کہلاسکتی ہیں؟ کیا وہ اس قسم کی ہیں کہ تعلیم یافتہ اوراہل خردصاحبان انہیں الہٰی مکاشفے کے طورپر مان لیں؟ اس باب میں ہم یہ کوشش کریں گے کہ احادیث خود اس سوال کا جواب دیں۔ ہم کو یقین ہوگیاکہ جو لوگ مسلم اوربخاری کے مضامین سے ناواقف ہیں اوراسی طرح دیگر احادیث کی کتابوں سے وہی ایسے اسلامی عقیدہ کوآمناوصدقنا مان لیں گے کہ احادیث الہامی ہیں اس لئے ان کو عقائد اورعمل میں الہٰی دستورالعمل ماننا چاہیے۔

اب ہم کئی ایک احادیث کو نقل کریں گے جوصریح جھوٹی ہیں کیونکہ خلاف واقعہ ہیں ۔ بعض دیگراحادیث کونقل کرکے دکھائیں گے کہ وہ توہمات اور وسواس سے پُر ہونے کے باعث غلط ہیں۔ اوربعض حدیثوں میں خدا کا ایسا بُرا بیان آیا ہے جن سے خدا کی کسر شان ہوتی ہے اورکوئی ذی فہم شخص ایسی حدیثوں کوالہامی نہیں مان سکتا۔

ہم ایسی چند حدیثوں کا ذکر کرآئے ہیں جن میں حضرت محمد کے شعب معراج کے سفر کا ذکر ہے ۔ جب وہ یروشلیم کوگئے اوروہاں سے آسمان کو سیرت الحلیبہ میں اوردیگر کتابوں میں اسکا مفصل ذکر ہےکہ حضرت محمد نے یروشلیم پہنچ کر اپنے مرکب بُراق کو ہیکل کے دروازے پر اُسی جگہ باندھا جہاں کہ انبیائے سلف باندھا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ ہیکل میں گئے۔ اورنمازادا کی صریحاً یہ حدیث توغلط ہے۔ کیونکہ یہودی ہیکل کورومی جرنیل طیطس نے ۷۰ء میں

برباد کردیا تھا۔ اوراُس کے بعد وہ کبھی تعمیر نہ ہوئی ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ میں یروشلیم میں کوئی ہیکل موجود نہ تھی جس میں وہ داخل ہوئے!

اسی طرح بعض احادیث میں انسانی بدن کی ساخت کے بارے میں بہت غلط بیانیاں پائی جاتی ہیں ۔ چنانچہ حضرت محمد سے یہ حدیث منسوب ہے:

فی الانسان ثلثماته وستون مصصلاً فعلیه ان یتصدق عن کل مفصل منه بصدقته۔

" انسان میں تین سوساٹھ جوڑ ہیں اس لئے اُن پر فرض ہے کہ اُن میں سے ہرایک کے لئے خیرات دیں[1]۔ یہ توظاہر ہے کہ آدمی کے بدن میں دوسو کے قریب ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ابوداؤد کو جس کی کتاب میں یہ حدیث مذکورہے حیرت پیدا ہوئی کہ کیسے ان سے دوگنے جوڑبدن میں ہونگے۔

ایک اورحدیث حضرت محمد سے منسوب ہے اورجسے حضرت عائشہ نے روایت کیا یہ ہے " مردہ بدن کی ہڈیوں کو توڑنا ویسا ہی ہے جیساکہ زندہ بدن کی ہڈیوں کو توڑنا"[2] مشکوات کے مفسر عبدالحق نےیہ کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مُردے کوویسا ہی دردمحسوس ہوتا ہے جیسا کہ زندہ کو"!

ایک دوسری حدیث میں حضرت محمد سے یہ الفاظ منسوب ہیں اگرتم میں سے کسی کے پیالے میں مکھی گرپڑے تواُسے پورے طورپر ڈوب جانے دو۔ اُس کے بعد اُسے باہر نکال پھینکو کیونکہ اس کے ایک پر میں تومرض ہے اوردوسرے پر میں علاج"[3]۔

ایک اورحدیث میں حضرت محمد کا یہ قول مذکورہے کہ " جوپانی دھوپ سے گرم ہو اُس میں غسل نہ کروکیونکہ اس سے کوڑھ پیداہوتا ہے"[4] ادویات کے بارے میں حضرت محمد کا علم یایہ کہو کہ جنہوں نے یہ حدیث اختراع کی اُن کا علم اس حدیث سے ظاہر ہے " خدا نے کسی درد کو نہیں بھیجا

---

[1] مشکوات المصابیح ۔ باب صلوات الدعا

[2] مشکوات المصابیح ۔ باب دفن میت

[3] زبدہ البخاری صفحه ٦.

[4] مشکوات المصابیح ۔ کتاب الطہارت

جس کا علاج اُس نے نہ بتایا ہو۔ بخار تو دوزخ کے جھلسنے والی گرمی سے پیدا ہوتا ہے اُسے پانی سے ٹھنڈا کرو[1] ۔ اس حدیث کا ذکر مسلم اوربخاری دونوں میں آیا ہے۔ اوردونوں میں یہ حدیث حضرت محمد سے منسوب ہے۔ یا توخود حضرت محمد نےیہ فرمایا یا مسلم وبخاری نے غلطی سے اس حدیث کو حضرت محمد کی سمجھ کرقبول کرلیا۔ بہر صورت مسلمانوں کو ایک مشکل پیش آتی ہے کہ اگرحضرت محمد نے خود یہ الفاظ حدیث فرمائے تویہ ایسے الفاظ ہیں جن کوکوئی صاحب فہم الہامی قبول نہیں کرسکتا ۔ اگربرعکس اس کے یہ الفاظ کسی دوسرے شخص کے ہیں پھر مسلم وبخاری کی کیا قدررہی یا اُن کے اصولوں کی جن کے ذریعے اُنہوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کی؟ الغرض اگرہم ان احادیث کو مان لیں تویہ کہنا پڑے گا کہ حضرت محمد امراض کے علاج کے لئے ادویات کی نسبت جادو منتروں پر زیادہ بھروسہ رکھتے تھے اورایسے بہت سے اقوال اُن سے منسوب ہیں جن کودیکھ کر ہم کو لوگوں کی زوداعتقادی پر تعجب آتا ہے جنہو ں نے اُن کو اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ چنانچہ ایک کتاب میں یہ درج ہے کہ" بد نظری بچھو کے کاٹے اورپھوڑوں کے لئے جنتر منتر کی اجازت ہے[2]" بلکہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اُس جادو کی اجازت بھی دی جواہل عرب ایام جہالت میں استعمال کرتے تھے۔

اسی قسم کی لغویات کی ایک اورمثال اس حدیث میں پائی جاتی ہے کہ" جب خدا نے زمین کو خلق کیا تویہ کانپنے لگی۔ اس لئے خدا نے پہاڑوں کوپیدا کیا اوراُن کو زمین پررکھ دیا تب زمین ساکن ہوئی [3]۔

شہابوں کی جوحلت حضرت محمد نے بتائی وہ بھی علم سائنس کے مطابق نہیں۔ اُنہوں نے فرمایاکہ یہ شہابے توتیر ہیں جوفرشتے شیاطین کی طرف پھینکتے ہیں۔ جب کہ شیاطین آسمان کے آستانوں کے نزدیک جاکر چوری سے آسمانی طبقوں کی گفتگو سننا چاہتے ہیں۔ مسلم میں ایک حدیث آتی ہے کہ جب ایک رات آنحضرت کے دوست اُن کے پاس بیٹھے تھے تب ایک ستارہ ٹوٹا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایام جہالت

---

[1] زبدہ البخاری صفحہ ۱۵۷۔

[2] مشکوات المصابیح

[3] مشکوات المصابیح کتاب الذکوات

میں تم اس کی نسبت کیا کہا کرتے تھے جب کہ اس قسم کے ستارے ٹوٹا کرتے تھے ۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا اوراُس کے رسول کوہی بہتر معلوم ہے۔ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی فوت ہوگیا ہے ۔ تب آنحضرت نے فرمایا ۔ تم غلطی پر تھے۔ ان ستاروں کے ٹوٹنے سے نہ کوئی آدمی مرتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے لیکن جب ہمارا رب عرش معلےٰ کے حاملوں کو کچھ دیتا ہے تووہ ہلیلویاہ گانے لگتے ہیں اوران حاملان عرش کے متصل طبقوں کے باشندے بھی ہلیلویاہ گانے لگتے ہیں حتیٰ کہ یہ صدازیرین طبقات تک جا پہنچتی ہے۔ اس کے بعد جو فرشتے عرش معلیٰ کے قریب ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ" تمہارے رب نے کیا حکم دیا" تب اُنکی خبردی جاتی ہے اوریوں وہ خبرطبقہ بہ طبقہ پہنچتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ زیرین طبقہ کے لوگوں تک وہ خبر جاپہنچتی ہے ۔ تب شیاطین اُس خبر کو چرالاتے ہیں اوراپنے دوست جادوگروں تک لے جاتے ہیں ۔ تب یہ تیر اُن شیاطین کی طرف پھینکے جاتے ہیں ۔ اسی لئے یہ باتیں جوجادوگران شیاطین سے سن کر بتاتے ہیں صحیح نکلتی ہے۔ لیکن یہ جادوگر جھوٹ بولتے ہیں اورجوکچھ اُنہوں نے سنا تھا مبالغہ کرتے ہیں"[1] یہ جائے افسوس ہے کہ اسی قسم کا وسواس قرآن میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس حدیث کے موضوع ہونے کی بنا پر قرآن کے اس وسواس کورد نہیں کرسکتے۔ اس قصے پر ہم مزید تشریح کیا نہیں چاہتے کیونکہ ایسے قصوں کی جگہ توالف لیلہ ہے۔

نوع انسان کے بڑے دشمن کا اتنا ذکر ان احادیث میں نہیں ملتا جیسا کہ مذکورہ بالا بیانات ملتے ہیں۔ اورایسے بہت بیانات میں اُس کا نام آیا ہے۔ بخاری کی جمع کردہ ایک حدیث میں اسی قسم کا فضول بیان ہے۔ رسول نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی جاگتا ہے اوراس کے بعد وضو کرتا ہے تو وہ پہلے اپنے ناک میں پانی ڈالے اورپھر ناک صاف کرے کیونکہ فی الحقیقت شیطان رات کے وقت ناک میں جامتمکن ہوتا ہے!

ایک دوسرا بیان اسی طرح لغو ہے جوحضرت محمد سے منسوب ہے" جب تم مرغ کو بانگ دیتے سنو توخدا کی رحمت کی کثرت کے لئے دعا کرو۔ کیونکہ مرغ نے فرشتے کودیکھا ہے اوراُس کودیکھ کر بانگ دینے لگتا ہے۔ اورجب تم گدھے کو

---

[1] مشکوات المصابیح ۔ کتاب التوب والرقعہ

رینگتے سنو توخدا سے شیطان کے خلاف پناہ مانگو اوریہ کہو۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ کیونکہ گدھے سے شیطان کودیکھا ہے[۱]"۔

ایک اورحدیث میں شیطان کا یہ ذکرآیا ہے " رسول نے کہا ۔ تم طلوع یا غروب آفتاب کے وقت جب آفتاب کا ایک جزنظر آنے لگے تونماز چھوڑکر دوحتیٰ کہ سارا قرص آفتاب چھپ جائے ۔ کیونکہ وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے[۲]" مشکوات کے مفسر نے اس ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شیطان آفتاب کے نزدیک ہوا میں قیام کرتا ہے اوراُس کےطلوع وغروب کے وقت اپنا سراس کے نزدیک رکھتا ہے تاکہ ان کا پیشوا بنے جواُن اوقات پرسورج کی پرستش کرتے ہیں اوراُن سے سجدہ حاصل کرے۔ اس لئے حضرت محمد نےان اوقات پر نماز پڑھنے سے منع کیا تاکہ جولوگ آفتاب کی پرستش کرتے ہیں اُن کے ساتھ مسلمانوں کی نمازیں شامل نہ ہوجائیں!

سرسید احمد خاں نے اپنے رسالہ احادیث اسلام میں یہ رائے ظاہر کی کہ پہلے کئی واعظین نے بہت حدیثیں خود موضوع کرلی تھیں تاکہ اُن کے سننے کےلئے بہت سامعین جمع ہوجایا کریں۔ اوراُن کے دل کو بہلا یا کریں"۔ لیکن مفصلہ ذیل لغو حدیث کے اختراع کرنے میں اُن کی کیا غرض ہوگی جس پر ایمان لانے کا مطالبہ ہم سے کیا جاتا ہے ۔ اس میں حضرت محمد کسی صاحب قلم کو کہہ رہے ہیں ۔ رسول خدا نے فرمایا" اپنے کان پر رکھ کیونکہ یہ کتابتی طرزمیں مدد کرتی ہے[۳]" اسی طرح کی ایک اورحدیث حضرت محمد سے منسوب ہے" جوکوئی رکابی میں کھاناکھائے اوراُس کے بعد اُس کو چاٹ لے تووہ رکابی خدا سے اُس کی سفارش کرتی ہے[۴]"۔

ایک دیگرحدیث میں یہ مرقوم ہے کہ حضرت محمد نے یہ خبردی کہ روزآخرت کو آفتاب اورماہتاب دونوں دوزخ میں ڈالے جائینگے ۔ حسن بصری جس نے یہ حدیث ابوہریرہ سے سنی اُس نے حیران ہوکریہ سوال کیا کہ کس گناہ کے بدلے

---

[۱] مشکوات المصابیح ۔ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ

[۲] مشکوات المصابیح کتاب السجود۔

[۳] مشکوات المصابیح کتاب الادب

[۴] مشکوات المصابیح ۔ کتاب الطعام ۔

آفتاب اورماہتاب کو ایسی سزا دی جائے گی ؟ ابوہریرہ اس کا کچھ نہ دے سکے[1]۔ لیکن مفسروں نے اس کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی چنانچہ عبدالحق نے یہ لکھا کہ" بعض علمائے دین نے ان کے دوزخ میں ڈالے جانے کی یہ وجہ بتائی ہے تاکہ اہل دوزخ کے دکھ درد اُن کی گرمی کی شدت سے زیادہ بڑھ جائیں۔

ان حدیثوں کا نہایت افسوسناک اورحیرت انگیز خاصہ یہ ہے کہ اُن میں کوئی اخلاقی غرض نہیں۔ جن لوگوں نے ایسی حدیثیں اختراع کیں اُنہوں نے اخلاقی پہلو کو محسوس ہی نہیں کیا۔ خیالات کی کھلبلی کے باعث اُنہوں نے اخلاقی جرائم اورشرعی رسوم کے ادا کرنے میں سہواً گناہوں کو ایک ہی پلہ میں رکھا۔ اُن کے نزدیک کسی فضول اورخفیف سی رسم کی فروگذاشت ویسی ہی سخت گناہ تھی جیسے اخلاقی قانون کی مخالفت مثلاً زناکاری وغیرہ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس سے خدا کی سیرت پرکیسا دھبہ لگتا ہے ۔ نئے عہدنامہ کی تعلیم سے کیسی ادنیٰ ہے ۔ جن فریسیوں نے سبت کے دن شفادینے کے باعث سیدنا مسیح پر الزام لگایا وہ اُن سے دوسرے انتہائی فریسیوں کے بالکل ضدتھے جنہوں اتنی جھوٹی حدیثیں اختراع کرڈالیں اورمچھر کو چھاننے اوراونٹ کو نگلنے کی ایسی نظیر پیش کی کہ دنیا بھر میں نظر نہ آئے گی۔ اُنہوں نے حضرت محمد کے نام ہی سے ہمیں یہ بتایا" کہ سود کا ایک درم جوآدمی دانستہ کھائے اُس کا گناہ چھتیس زناکاریوں سے بدتر ہے[2]" ایک دوسری حدیث میں لکھا ہے کہ " سود لینے میں گناہ کے ستر حصے ہوتے ہیں جن میں سب سے چھوٹا حصہ یہ ہے کہ آدمی اپنی والدہ سے زنا کرے[3]۔

بحر حال اسلام میں حدیثوں کا یہ حال ہے کہ خدا کی پناہ۔

---

[1] مشکوات المصابیح ۔ باب صفات نار

[2] مشکوات المصابیح ۔ باب الربا

[3] مشکوات المصابیح ۔ باب الربا